طہارت کے مسائل

غسل کب فرض ہوتا ہے؟

مجیب: ابوحذیفہ محمد شفیق عطاری

فتوی نمبر: WAT-1689

تاریخ اجراء: 08ذوالقعدۃالحرام1444ھ/29مئی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

غسل کب کب فرض ہوتا ہے، تفصیل سے بتادیجیے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

غسل درج ذیل چیزوں سے فرض ہوتا ہے:

(1) منی کا اپنی جگہ سے شَہوت (لذت) کے ساتھ جُدا ہو کر مخرج (عُضو) سے نکلنا۔ (2) اِحتِلام یعنی سوتے میں منی کا نکل جانا۔ (3) حَشَفہ یعنی سرِ ذَکَر (سُپاری) کا عورت کے آگے یا پیچھے یا مرد کے پیچھے داخِل ہو جانا، خواہ شہوت (لذت) ہو یا نہ ہو، اِنزال ہو یا نہ ہو، دونوں پر غسل فرض کرتا ہے، بشرطیکہ دونوں مُکَلَّف ہوں اور اگر ایک بالِغ ہے، تو اُس بالِغ پر فرض ہے اور نابالِغ پر اگرچِہ غُسل فرض نہیں مگر غُسل کا حکم دیا جائے گا۔ (4) حَیض سے فارِغ ہونا۔ (5) نِفاس (یعنی بچّہ جَننے پر جو خون آتا ہے، اُس) سے فارِغ ہونا۔

اور درج ذیل چیزوں سے غسل فرض نہیں ہوتا:

(1) اگر منی شَہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جُدا نہ ہوئی بلکہ بوجھ اٹھانے یا بلندی سے گرنے یا فُضلہ خارِج کرنے کے لیے زور لگانے کی صورت میں خارِج ہوئی، تو غسل فرض نہیں۔ وُضو بہَر حال ٹوٹ جائے گا۔ (2) اگر منی پتلی پڑ گئی اور پیشاب کے وقت یا ویسے ہی بلا شہوت اس کے قطرے نکل آئے، تو بھی غسل فرض نہیں ہوگا، البتہ وضو ٹوٹ جائے گا۔ (3) اگر اِحتِلام ہونا یاد ہو لیکن اس کا کوئی اثر جسم یا کپڑے پر نہ ہو، تو بھی غسل فرض نہیں ہوگا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

منی مذی اور ودی میں فرق

فتوی نمبر:WAT-586

تاریخ اجراء:23رجب المرجب1443ھ/25فروری2022

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

منی مذی اور ودی میں کیا فرق ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

منی وہ سفید گاڑھا پانی ہے جو شہوت کے ساتھ اپنے مقام سے نکلتا ہے اور اس کے نکلنے کے بعد ذکر یعنی آلہ تناسل منکسر (ڈھیلا) ہو جاتا ہے یعنی شہوت ٹوٹ جاتی ہے۔ منی اگر شہوت کے ساتھ اپنے مقام سے جدا ہو کر عضو سے نکلے تو اس سے غسل فرض ہو جاتا ہے اور یہ ناپاک بھی ہوتی ہے۔

اور مذی سفید پتلا پانی ہے جو کہ شہوت کے وقت (جیسے بیوی سے کھیل کود، بات چیت وغیرہ کے دوران) نکلتا ہے اور اس کے بعد آلہ تناسل منکسر (ڈھیلا) نہیں ہوتا بلکہ مزید انتشار آتا ہے۔ مذی سے غسل فرض نہیں ہوتا البتہ وضو اس سے ٹوٹ جاتا ہے اور یہ ناپاک بھی ہوتی ہے۔

اور ودی وہ سفید پتلا پانی ہے جو کہ پیشاب کرنے کے بعد نکلتا ہے۔ اور ودی سے غسل فرض نہیں ہوتا البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہ ناپاک بھی ہوتی ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابوالفیضان عرفان احمد مدنی

غسل جنابت وغسل جمعہ کا طریقہ

مجیب: مولانا محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1425

تاریخ اجراء: 15 رجب المرجب 1445ھ / 27 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

غسل جنابت اور جمعہ کے لئے غسل کرنے میں کوئی فرق ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

غسل کرنے کا مسنون طریقہ درج ذیل ہے یہ طریقہ فرض غسل یعنی غسل جنابت اور مسنون غسل مثلاً غسل جمعہ دونوں کے لیے ہے۔

غسل کا مسنون طریقہ: بغیر زَبان ہِلائے دل میں اِس طرح نیّت کیجئے کہ میں طہارت حاصِل کرنے کیلئے غسل کرتا ہوں۔ پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین تین بار دھویئے، پھر اِستنجے کی جگہ دھویئے خواہ نَجاست ہو یا نہ ہو، پھر جسم پر اگر کہیں نجاست ہو تو اُس کو دُور کیجئے پھر نماز کا ساوُضو کیجئے مگر پاؤں نہ دھویئے، اگر چَوکی وغیرہ پر غسل کر رہے ہیں تو پاؤں بھی دھولیجئے، پھر بدن پر تیل کی طرح پانی چُپڑ لیجئے، خُصوصاً سردیوں میں (اِس دوران صابن بھی لگا سکتے ہیں) پھر تین بار سیدھے کندھے پر پانی بہایئے، پھر تین بار اُلٹے کندھے پر، پھر سر پر اور تمام بدن پر تین بار، پھر غسل کی جگہ سے الگ ہو جایئے، اگر وُضو کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے تھے تو اب دھولیجئے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میاں بیوی کا ایک ساتھ غسل کرنا

مجیب: مولانا محمد نوید چشتی عطاری

فتوی نمبر: WAT-343

تاریخ اجراء: 09 جُمادَی الاُولٰی 1443ھ /14 دسمبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا میاں بیوی ایک ساتھ واش روم میں غسل کرسکتے ہیں؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

میاں بیوی کا اکٹھے غسل کرنا، ایک دوسرے کے ستر (شرمگاہ) کو دیکھنا گناہ نہیں، لیکن نہ دیکھنا بہتر ہے کہ شرمگاہ دیکھنے سے نظر کمزور ہوتی اور نسیان (یعنی بھولنے کا مرض) پیدا ہوتا ہے۔ لہذا اکٹھے غسل کریں تو بہتر ہے کہ ستر ڈھانپ لیں تاکہ اس پہ دوسرے کی نگاہ نہ پڑے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مخصوص ایام میں نہانا

مجیب: مفتی ھاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ رجب المرجب 1440ھ

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیاعورت کو حالتِ حیض میں نہانا منع ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت حالتِ حیض میں نہاناچاہے تونہاسکتی ہے اس سے بدن کی صفائی حاصل ہو جائے گی البتہ نجاستِ حکمیہ حیض ختم ہونے کے بعد نہانے سے زائل ہو گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میاں بیوی کی شرمگاہیں ملنے سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2280

تاریخ اجراء: 05 جمادی الثانی 1445ھ / 19 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

میاں بیوی کی شرمگاہیں آپس میں صرف ملیں، صحبت نہ ہو اور بیچ میں کپڑا حائل ہو تو کیا غسل ہو گا؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر میاں بیوی کی شرم گاہیں آپس میں صرف مل جائیں، لیکن دخول نہ ہو اور انزال (منی کا نکلنا) بھی نہ ہو تو اس وجہ سے ان پر غسل فرض نہیں ہو گا۔ اور اگر کسی کو انزال ہو گیا تو صرف اس پر غسل لازم ہو گا۔ ہاں انتشار کی حالت میں بغیر حائل کے یوں شرمگاہیں ملانے سے دونوں کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ بلکہ اگر مرد کو انتشار نہیں تھا اور مرد و عورت نے بغیر کسی حائل کے یوں شرمگاہیں ملائیں تو مرد کا وضو نہ ٹوٹے گا لیکن عورت کا ٹوٹ جائے گا اور حائل ہونے کی صورت میں انتشار ہو یا نہیں، جب تک مذی وغیرہ کوئی وضو توڑنے والی چیز نہ پائی جائے تب تک کسی کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جس شخص پر غسل فرض ہو کیا وہ فنائے مسجد میں جا سکتا ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12567

تاریخ اجراء: 03 جمادی الاول 1444ھ/28 نومبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس پر غسل فرض ہو کیا وہ فنائے مسجد میں جا سکتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

جنبی شخص (یعنی جس پر غسل فرض ہو) عین مسجد میں نہیں جا سکتا البتہ فنائے مسجد میں جا سکتا ہے۔

چنانچہ فتاوی شامی میں ہے: "فناء مسجد هو المكان المتصل به ليس بينه وبينه طريق، فهو كالمتخذ لصلاة جنازة أو عيد فيما ذكر من جواز الاقتداء **وحل دخول لجنب** ونحوه كما في آخر شرح المنية۔" یعنی فنائے مسجد سے مراد مسجد سے متصل وہ جگہ ہے کہ اس (جگہ) کے اور مسجد کے درمیان کوئی راستہ نہ ہو، پس یہ اس جگہ کی طرح ہو گیا جسے نمازِ جنازہ کے لیے یا عید کے لیے بنایا گیا ہو جیسا کہ ماقبل یہ بات مذکور ہے کہ اس جگہ اقتداء جائز ہے اور جنبی وغیرہ کا اس جگہ جانا بھی جائز ہے، یہی بات شرح المنیہ کے آخر میں مذکور ہے۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 519، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: "عید گاہ یا وہ مقام کہ جنازہ کی نماز پڑھنے کے لیے بنایا ہو، اقتدا کے مسائل میں مسجد کے حکم میں ہے کہ اگرچہ امام و مقتدی کے درمیان کتنی ہی صفوں کی جگہ فاصل ہو، اقتدا صحیح ہے اور باقی احکام مسجد کے اس پر نہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں پیشاب پاخانہ جائز ہے بلکہ **یہ مطلب کہ جنب اور حیض و نفاس والی کو اس میں آنا، جائز، فنائے مسجد اور مدرسہ و خانقاہ و سرائے اور تالابوں پر جو چبوترہ وغیرہ نماز پڑھنے کے لیے بنالیا کرتے ہیں، اُن سب کے بھی یہی احکام ہیں، جو عید گاہ کے لیے ہیں۔**" (بہارِ شریعت، ج 01، ص 646-645، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جس عورت پر غسل فرض ہوا اور اسے حیض آجائے، تو غسل کب کرے

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-406

تاریخ اجراء: 14 محرم الحرام 1443ھ / 13 اگست 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

جس عورت پر غسلِ جنابت فرض ہو اور غسل کرنے سے پہلے اسے حیض آجائے، تو اس پر حالتِ حیض میں بھی غسلِ جنابت کرنا فرض ہوگا یا تاخیر کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

غسلِ جنابت فرض تھا اور اسی دوران حیض آگیا، تو اب غسلِ جنابت کرنا ضروری نہیں، چاہے تو اب نہالے یا حیض ختم ہونے پر ہی غسل کرے۔

بہار شریعت میں ہے: "عورت جنب ہوئی اور ابھی غسل نہیں کیا تھا کہ حیض شروع ہو گیا، تو چاہے اب نہالے یا بعد حیض ختم ہونے کے۔ (بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 325، مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جنابت کی حالت میں حیض آگیا تو غسل کا حکم

فتوی نمبر: WAT-455

تاریخ اجراء: 20 جمادی الاخری 1443ھ /24 جنوری 2022

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

جنابت کی حالت میں حیض آگیا تو غسل کا حکم ؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر عورت پر غسل جنابت تھا اور حیض شروع ہو گیا، تو اب اس پر فی الحال غسلِ جنابت کرنا ضروری نہیں، حیض سے پاک ہونے کے بعد غسل ضروری ہو گا۔ البتہ اگر وہ صفائی کے لیے غسل کرنا چاہے، تو دورانِ حیض بھی غسل کر سکتی ہے، اس میں کوئی ممانعت بھی نہیں ہے۔ البتہ نجاستِ حکمیہ حیض ختم ہونے کے بعد غسل کرنے سے زائل ہو گی۔

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

حالت حیض میں وضو کرنے سے طہارت حاصل ہوگی یا نہیں؟

مجیب: ابوحمزہ محمد حسان عطاری زید مجدہ

فتوی نمبر: Web:09

تاریخ اجراء: 10 ربیع الثانی 1442ھ / 26 نومبر 2020ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی عورت نے حالتِ حیض میں وضو کیا تو اس کا وضو ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حالت حیض میں بھی عورت کے لیے بہتر ہے کہ وہ نماز کے وقت میں وضو کرکے اتنی دیر تک ذکر الہی اور درود شریف وغیرہ پڑھنے میں مشغول رہے، جتنی دیر میں وہ نماز ادا کر لیتی ہے، لیکن اس وضو سے اسے وہ طہارت حاصل نہیں ہو گی جس کی بنیاد پر وہ نماز پڑھ سکے یا قرآن مجید کی تلاوت کر سکے یا بلا حائل اسے چھو سکے۔ یہ حکم صرف اس لیے ہے کہ اس کی نماز کی عادت برقرار رہے۔

بہار شریعت میں ہے: "نماز کے وقت میں وضو کرکے اتنی دیر تک ذکر الہی، درود شریف اور دیگر وظائف پڑھ لیا کرے جتنی دیر تک نماز پڑھا کرتی تھی کہ عادت رہے"۔ (بہار شریعت، جلد: 1، صفحہ: 380، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حیض ونفاس کی حالت میں ناخن کاٹنا

فتوی نمبر:WAT-420

تاریخ اجراء:20جمادی الاخری1443ھ/24جنوری2022

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

حیض ونفاس کی حالت میں ناخن کاٹ سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر عورت حیض اور نِفاس سے پاک ہو گئی اور ابھی تک غسل نہیں کیا، تو اس حالت میں اس کے لئے غیر ضروری بال صاف کرنا مکروہ تنزیہی ہے کہ یہ حیض و نفاس سے پاک ہونے کے وقت حدث والی ہوئی ہے، اور اس پر اس وقت غسل فرض ہوا ہے، اب اس حالت میں وہ جُنبی کی طرح ہے جیسے جنبی کے لئے حالتِ جنابت میں بال صاف کرنا یا ناخن کاٹنا مکروہ تنزیہی ہے، اسی طرح اس کے لیے حکم ہے، اور اگر وہ حیض ونِفاس سے پاک نہیں ہوئی، تو اس حالت میں ناخن کاٹ سکتی ہے، کیونکہ ابھی تک یہ حدث والی نہیں ہے اور اس پر غسل فرض نہیں ہے، اس حالت میں وہ اس معاملے میں پاک آدمی کی طرح ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

حیض کی حالت میں ناپاک کپڑے پاک کرنے کا حکم

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-791

تاریخ اجراء:20جمادی الاوّل1444ھ/15دسمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیاخواتین حیض کے دنوں میں ناپاک کپڑوں کو پاک کرسکتی ہیں؟یعنی اگروہ کپڑوں کوشرعی طریقے سے پاک کریں ،توکیاکپڑے پاک ہوجائیں گے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتیں دورانِ حیض ناپاک چیز پاک کرسکتی ہیں،اس میں کوئی حرج نہیں، حیض عورت کے ہاتھ میں نہیں ہوتانہ ہی کسی ناپاکی کے لگے بغیر صرف حیض میں ہونے کے سبب عورت کے ہاتھ ناپاک ہوں گے۔

فتاوی رضویہ میں ہے:"وقد کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدنی راسہ الکریم لأم المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا وھی فی بیتھا وھو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معتکف فی المسجد لتغسلہ فتقول أنا حائض فیقول حیضتک لیست فی یدک۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپناسر مبارک دُھلوانے کے لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاکے قریب کرتے تھے اس وقت آپ گھرمیں ہوتیں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ وآلہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے اُم المومنین عرض کرتیں: میں حائضہ ہوں۔آپ فرماتے: حیض تمہارے ہاتھ میں تونہیں ہے۔"(فتاویٰ رضویہ، جلد4، صفحہ355،رضافاؤنڈیشن لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حیض کی حالت میں ناخن کاٹنا

فتوی نمبر:WAT-19

تاریخ اجراء:18 محرم الحرام1443ھ/27اگست2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا حیض کی حالت میں عورت ناخن کاٹ سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! حیض کی حالت میں عورت ناخن کاٹ سکتی ہے،اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ چالیس دن سے زیادہ عرصہ تک ناخن نہ کاٹنا مکروہ وگناہ ہے،پس اگر چالیس دن پورے ہو جائیں اور حیض کے ایام چل رہے ہوں تو اس صورت میں ناخن کاٹنا ضروری ہے،چالیس دن سے زیادہ چھوڑنے پر گناہ گار ہو گی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حیض والی عورت اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دے تو پانی مستعمل ہوگا یا نہیں؟

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1218

تاریخ اجراء: 26 جمادی الثانی 1445ھ / 09 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا حائضہ عورت نے دھلا ہوا ہاتھ پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل ہو جائے گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

حیض والی عورت کا جب تک خون رک نہیں جاتا اس وقت تک قلیل یعنی تھوڑے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے وہ پانی مستعمل نہیں ہو گا خواہ ہاتھ دھلا ہوا ہو یا بے دھلا، اس پانی سے وضو و غسل کرنا، جائز ہو گا۔ البتہ اگر حصولِ قربت کے لیے قلیل پانی میں ہاتھ ڈالا تو پانی مستعمل ہو جائے گا، یونہی حیض ختم ہو جانے کے بعد غسل کرنے سے پہلے بغیر دھلا ہاتھ قلیل پانی میں ڈالا تب بھی پانی مستعمل ہو جائے گا اور پانی مستعمل ہو جائے، تو اس سے وضو و غسل درست نہیں ہوتے۔

امام اہل سنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: "جنب مرد یا حیض والی عورت کا ہاتھ سیر بھر پانی یا سیر سے کم میں سہواً یا عمداً ڈوبے تو وہ پانی غسل و وضو کے قابل ہے یا نہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: "کسی حدثِ اکبر یا اصغر والے کا ہاتھ بغیر دھوئے جب کسی دَہ در دَہ پانی سے کم میں پڑ جائے گا اُس سب کو قابلِ وضو و غسل نہ رکھے گا اور اگر ہاتھ دھو لینے کے بعد پڑا تو کچھ حرج نہیں۔ عورت حیض کی وجہ سے اُس وقت حدث والی ہو گی جب حیض منقطع ہو جائے اس سے پہلے نہ اُسے حدث ہے نہ حکمِ غسل اُس کا ہاتھ پڑنے سے قابلِ وضو و غسل رہے گا۔" (فتاوی رضویہ، جلد 03، صفحہ 254، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حیض والی عورت کا پسینہ کپڑوں پر لگ جائے تو کیا کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں؟

مجیب: ابومحمد محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-808

تاریخ اجراء: 04 جمادی الثانی 1444ھ/28 دسمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

یہ بات رائج ہے کہ حیض اور نفاس والی عورت جو کپڑے اپنے پہننے کے لیے استعمال کرے گی، اگر اس عورت کا پسینہ کپڑوں کو لگ جائے اگرچہ نجاست خون وغیرہ نہ لگا ہو، پھر بھی صرف پسینہ لگنے سے وہ کپڑے ناپاک ہو جائیں گے، ان کو غسل کے بعد پاکی کی حالت میں نماز وغیرہ کے لیے استعمال نہیں کر سکتے۔ کیا یہ بات درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر یہ بات کہیں رائج ہے، تو غلط رائج ہے۔ حیض و نفاس والی کا پسینہ پاک ہوتا ہے، ناپاک نہیں ہوتا اس لئے پسینے سے کپڑے ہر گز ناپاک نہیں ہوں گے، حیض و نفاس سے فراغت کے بعد ایسے کپڑوں میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔

حیض والی عورت جن چیزوں کو استعمال کرے وہ ناپاک نہیں ہو جاتیں، بلکہ صرف وہ جگہ ناپاک ہو گی جہاں خون لگا ہو۔ اس کے متعلق فتاوی رضویہ میں ہے: "(حیض والی عورت کی) چوڑیاں، چارپائی، مکان سب پاک ہیں، فقط وہی چیز ناپاک ہو گی جسے خون لگ جائے گا بغیر اس کے ان چیزوں کو ناپاک سمجھ لینا ہندوؤں کا مسئلہ ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد 4، صفحہ 356، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حیض والی کے جسم سے لگنے والا پانی مستعمل ہوگا یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد بلال عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2085

تاریخ اجراء: 26ربیع الاول1445ھ /13اکتوبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیاحائضہ کے پانی میں گرنے سے پانی مستعمل نہیں ہو گا جبکہ اس کے جسم پر نجاست نہ لگی ہو اور وہ زندہ نکل آئے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض یانِفاس والی کاجب تک حیض یانِفاس باقی ہے، دہ دردہ سے کم ٹھہرے پانی میں بے دُھلاہاتھ یابدن کاکوئی حصّہ ڈالے گی پانی مُستَعمَل نہیں ہو گا، ہاں! اگر ثواب کی نیّت سے ڈالے گی تو مُستَعمَل ہو جائے گا۔ مَثَلاً اِس کے لئے مُستَحَب ہے کہ پانچوں نَمازوں کے اوقات میں اور اگر اشراق، چاشت و تہجُّد کی عادت رکھتی ہو تو ان وقتوں میں باوُضو کچھ دیر ذکرو دُرُود کرلیاکرے تاکہ عبادت کی عادت باقی رہے تواب ان کیلئے بہ نیّتِ وُضو بے دُھلاہاتھ، دہ دردہ سے کم ٹھہرے پانی میں ڈالے گی توپانی مُستَعمَل ہو جائے گا۔

یادرہے اگر حائِضہ حَیض سے یانِفاس والی نِفاس سے پاک ہوچکی ہو مگر ابھی غسل نہ کیاہو تواس کے جسم کاکوئی عُضو یا حصّہ دھونے سے قبل اگر دَہ دردَہ (10×10) سے کم پانی میں پڑا تووہ پانی مُستَعمَل ہو جائے گا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو کا حکم

مجیب: ابوالحسن ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1071

تاریخ اجراء: 16صفرالمظفر1444ھ/13ستمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ مثلاً غسل سے پہلے وضو کیا، پھر غسل کے دوران شرمگاہ پر ہاتھ لگ گیا، تو کیا دوبارہ وضو کرنا ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صرف شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ اگر شرمگاہ پر ہاتھ لگانے سے، منی یا مذی خارج ہو، تو اس صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا، نیز اگر منی شہوت کے ساتھ نکلی، تو غسل بھی فرض ہوگا۔

نوٹ: شرمگاہ پر ہاتھ لگانے سے اگر منی یا مذی کا خروج نہ ہو، تو اس صورت میں اگرچہ وضو نہیں ٹوٹتا، مگر دوبارہ وضو کرلینا مستحب ہے، کہ اس صورت میں اگرچہ ہمارے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا لیکن اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہونے کی وجہ سے فقہاء کرام نے اختلاف علماء کی رعایت کرتے ہوئے ستر غلیظ یعنی شرمگاہ کو چھونے کے بعد وضو کو مستحب قرار دیا ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت حصہ دوم میں ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورتوں کے لیے غسل جمعہ کا حکم

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1416

تاریخ اجراء: 08 رجب المرجب 1445ھ / 20 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا جمعہ کے دن غسل عورتوں کیلئے بھی سنت ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نمازِ جمعہ کیلئے عورتوں کو غسل کرنا سنت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ غسل ان کیلئے سنت ہے جن پر نمازِ جمعہ فرض ہو، اور عورتوں پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسلِ جمعہ کی ترغیب یوں ارشاد فرمائی ہے: "اذا جاء احد کم الجمعة فلیغتسل" ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نمازِ جمعہ پڑھنے آئے، تو اسے چاہئے کہ وہ غسل کرے۔ (صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 120، مطبوعہ: کراچی)

اس حدیثِ پاک کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ غسل نمازِ جمعہ کے لیے سنت ہے، لہذا جن پر جمعہ فرض نہیں، ان کے لیے یہ غسل سنت بھی نہیں، جیسا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا۔" (مرآۃ المناجیح، جلد 1، صفحہ 345، مطبوعہ، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا خواتین کو ایامِ مخصوص میں وضو کرنے پر ثواب ملے گا؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جنوری 2019ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ باری کے دنوں میں وضو کرنے پر عورتوں کو ثواب ملے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کی عادت برقرار رکھنے کی غرض سے حائضہ عورت کے لئے مستحب ہے کہ وضو کرکے عام دنوں میں نماز پڑھنے کی مقدار وقت ذکر ودُرُود وغیرہ میں مصروف رہے، ایسا کرنے پر عورت کو ثواب ملے گا کیونکہ یہ عورت کے لئے مستحب ہے اور مستحب کام کرنے پر ثواب ملتا ہے، البتّہ حائضہ عورت کو اس موقع کے علاوہ بھی وضو کرنے پر ثواب ملے گا یا نہیں! اس کی صراحت نظر سے نہیں گزری۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

استنجا کرنے سے ہاتھ پاک ہو جائیں گے یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1972

تاریخ اجراء: 22 صفر المظفر 1445ھ / 09 ستمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرا سوال یہ ہے کہ استنجا کرنے کے بعد کیا ہاتھ پاک ہوتے ہیں؟ کیونکہ وہ ہاتھ شرمگاہ کو لگتے ہیں اس سے ناپاکی بھی دور کرتے ہیں۔ اور اس سے شلوار، پینٹ اور بیلٹ بھی باندھتے ہیں تو اس صورت میں کیا پینٹ، شلوار پاک کہلائیں گے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

استنجا کرنے کے بعد ہاتھ پاک ہو جاتے ہیں جبکہ ان پر کوئی ناپاکی وغیرہ نہ لگی ہوئی ہو، مگر پھر بھی دھولینا مستحب ہوتا ہے، اور جب ہاتھ پاک ہیں تو اس سے شلوار اور پینٹ باندھنا درست ہے اور شلوار، پینٹ بھی پاک کہلائیں گے۔

چنانچہ بہار شریعت میں ہے: "طہارت (استنجا) کے بعد ہاتھ پاک ہو گئے مگر پھر دھولینا بلکہ مٹی لگا کر دھونا مستحب ہے"۔ (بہارِ شریعت، ج 01، حصہ 02، ص 413، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

استنجا کرنے کے کچھ دیر بعد وضو کیا، تو وضو کا حکم

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1397

تاریخ اجراء: 10 رجب المرجب 1445ھ / 22 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک آدمی واش روم گیا، استنجا کیا اور باقی وضو نہیں کیا، پھر ایک گھنٹے بعد وہ گیا اور باقی وضو مکمل کیا۔ کیا اس طرح وضو ہو گیا؟ مطلب کہ وہ جو کہا گیا ہے کہ ایک عضو کے خشک ہونے سے پہلے دوسرا عضو دھونا ضروری ہے، تو کیا یہاں بھی وہ حکم لگے گا؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

استنجاء وضو کا حصہ نہیں۔ استنجاء اور وضو میں فاصلہ کرنے میں حرج نہیں۔ البتہ جو افعال وضو کے ہیں ان میں کچھ افعال کر کے بقیہ وضو چھوڑ دینا اور پھر کچھ دیر بعد آ کر بقیہ اعضاء دھو کر وضو مکمل کر لینا بلا عذر ایسا کرنا خلاف سنت اور مکروہ ہے البتہ دوبارہ شروع سے نہیں کیا بلکہ جتنا وضو باقی رہ گیا ہے وہ کر لیا تو بھی وضو ہو جائے گا، جبکہ درمیان میں وضو توڑنے والی کوئی چیز نہ پائی گئی ہو۔

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

پچھلی شرمگاہ کے بال صاف کرنا کیسا؟

فتوی نمبر: WAT-131

تاریخ اجراء: 27صفر المظفر1443ھ /05اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا پچھلی شرمگاہ کے بال بھی صاف کرنے کا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

موئے زیر ناف کو صاف کرنا سنت ہے اور پچھلے مقام کے بال صاف کرنا مستحب ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حیض کا غسل جمعرات یا جمعہ کو کرنا

فتوی نمبر: WAT-255

تاریخ اجراء: 12ربیع الآخر1443ھ /18نومبر2021ء

دارالافتاءاہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر حیض ختم ہونے پر غسل کرنا ہو تو کیا جمعرات اور جمعہ والے دن غسل کرسکتے ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعرات اور جمعہ والے دن حیض کا غسل نہیں کرسکتے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جس وقت حیض ختم ہو اسی وقت غسل کرنا چاہئے خواہ وہ جمعرات کا دن ہو یا جمعہ کا۔ یہ بات کہ جمعرات یا جمعہ کے دن غسل نہیں کرسکتے جہالت ہے بلکہ بلاوجہ غسل میں اتنی تاخیر کرنا کہ فرض نماز فوت ہو جائے ،یہ جائز نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

حیض کی حالت میں عورت کا کپڑے دھونا اور پاک پانی میں ہاتھ ڈالنا

مجیب: ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-658

تاریخ اجراء: 14 ربیع الثانی 1444ھ/10 نومبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا حیض کے دنوں میں عورت کپڑے دھو سکتی ہے جبکہ اس کا جسم ناپاک ہوتا ہے تو پاک پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی پاک رہتا ہے ناپاک تو نہیں ہوتا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کے دنوں میں عورت کپڑے دھو سکتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، حیض والی عورت کے جسم پر جو ناپاکی ہوتی ہے وہ حقیقی ناپاکی نہیں ہوتی بلکہ حکمی ناپاکی ہوتی ہے اس سے پانی ناپاک نہیں ہو گا۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونے والے پاک پانی کا حکم

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-374

تاریخ اجراء: 27ذوالحجۃالحرام1443ھ/27جولائی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت کے پردے کے مقام (آگے کے مقام) کا آپریشن ہوا جس کی وجہ سے اس کو یہ پریشانی ہوتی ہے کہ غسل کے دوران اس کے اس مقام میں پانی اندر چلا جاتا ہے اور وہی پانی پھر کچھ وقت بعد نکلتا ہے پوچھنا یہ ہے کہ کیا وہ پانی پاک ہوگا یا نہیں؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرمگاہ میں داخل ہونے والا پاک پانی جب باہر نکلے اور اس میں کسی بھی قسم کی نجاست نہ ہو، تو اس پانی پر ناپاکی کا حکم نہیں ہوگا اس لئے کہ شرمگاہ سے نکلنے والی وہ چیز وضو توڑتی ہے، جو ناپاک ہو یا محلِ نجاست سے اٹھنے والی ریح ہو۔

جدالممتار میں ہے: ”اقول: دلت المسئلة علی انہ لیس کل خارج من احد السبیلین ناقضا مطلقا مالم یکن نجسا او ریحا منبعثة عن محل النجاسة، ولو کان الحکم کلیا لنقضت الریح الخارجة من ذکر اومن فرج، وبہ یظہر حکم ما اذا خرجت من فرج المرأة الخارج او الیہ رطوبة فرجہا الداخل، فانہا طاھرة عند الامام رضی اللہ عنہ فلا ینتقض وضوئھا وان سالت“ یعنی میں کہتا ہوں مسئلہ اس بات پر دلالت کررہا ہے کہ احدالسبیلین سے نکلنے والی ہر چیز مطلقاً ناقضِ وضو نہیں ہے جب تک وہ نجس نہ ہو یا نجاست کے محل سے اٹھنے والی ہوا نہ ہو، اگر حکم کلی ہوتا، تو مرد کے عضوِ تناسل اور عورت کی اگلی شرمگاہ سے نکلنے والی ہوا بھی وضو کو توڑ دیتی اور اس بحث سے عورت کی فرجِ خارج سے نکلنے والی رطوبت کا حکم بھی ظاہر ہوا کہ عورت کی فرجِ داخل کی رطوبت فرجِ خارج کی طرف نکلے یا فرجِ خارج سے نکلے وہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک پاک ہے وہ رطوبت عورت کے وضو کو نہیں توڑے گی اگرچہ بہہ جائے۔ (جدالممتار، جلد1، صفحہ406، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

غسل کے بعد منی کا قطرہ نکل آئے تو کیا دوبارہ غسل کرنا ہوگا؟

مجیب: ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

فتوی نمبر: WAT-505

تاریخ اجراء: 27 جمادی الاخری 1443ھ / 31 جنوری 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر غسل فرض ہوا اور غسل کرلیا، اس کے بعد منی کا قطرہ نکل آیا تو کیا دوبارہ غسل فرض ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اس حوالے سے تفصیل یہ ہے کہ اگر غسل فرض ہونے کے بعد کوئی ایسا کام کیا کہ جس سے پہلی منی (جو شہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا ہوئی تھی، اس) کا کچھ حصہ اگر جسم میں رہ گیا ہو تو وہ باہر نکل آئے، مثلاً پیشاب کیا، یا سو گیا یا مثلاً چالیس قدم چلت پھرت کی، اور یوں کافی اطمینان ہو گیا کہ پہلی منی کا کوئی حصہ اب جسم میں باقی نہیں رہا، پھر اس کے بعد غسل کیا اور غسل کے بعد منی کا کوئی قطرہ نکلا تو اس سے دوبارہ غسل فرض نہیں ہو گا کیونکہ یہ اب نئی منی ہے جو بغیر شہوت کے جدا ہوئی۔

اور اگر غسل فرض ہونے کے بعد اس طرح کا کوئی کام نہیں کیا تھا کہ جس سے پہلی منی کا سارا پانی خارج ہونے کا اطمینان حاصل ہوتا، اور غسل کرلیا پھر اس کے بعد منی کا کوئی قطرہ نکلا تو اسے پہلی منی کا بقیہ شمار کیا جائے گا اور اس کے نکلنے کے بعد دوبارہ غسل کرنا لازم ہو گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بلی کے جوٹھے پانی سے وضو ہو سکتا ہے یا نہیں؟

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1205

تاریخ اجراء: 18 جمادی الثانی 1445ھ / 01 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بلی کے چھوڑے ہوئے جوٹھے پانی سے وضو ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

بلی کا جوٹھا مکروہ ہے، بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کیا، تو وضو ہو جائے گا، ہاں اگر دوسرا غیر مکروہ پانی موجود ہے تو اس جوٹھے پانی سے وضو کرنا مکروہ یعنی ناپسندیدہ ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: ”گھر میں رہنے والے جانور جیسے بلی، چوہا، سانپ، چھپکلی کا جھوٹا مکروہ ہے۔“ (بہارِ شریعت، جلد 1، صفحہ 343، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اسی میں ہے: ”اچھا پانی ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو و غسل مکروہ اور اگر اچھا پانی موجود نہیں، تو کوئی حرج نہیں اسی طرح جھوٹے کا کھانا پینا بھی مالدار کو مکروہ ہے، غریب محتاج کو بلا کراہت جائز۔“ (بہارِ شریعت، جلد 1، صفحہ 343، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

خواب یاد ہو لیکن کپڑوں پر نشان نہ ہو تو غسل کا کیا حکم ہے؟

مجیب: ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

فتوی نمبر: WAT-881

تاریخ اجراء: 08 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ / 08 جون 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر خواب یاد ہو اور کپڑے پر کوئی نشان نہ ہو، تو کیا یہ احتلام ہے، غسل لازم ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر خواب یاد ہو اور کپڑے پر کوئی نشان نہ ہو، تو غسل لازم نہیں ہو گا۔ سنن الترمذی میں ہے "عن عائشة، قالت: سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجل یجد البلل ولا یذکر احتلاما؟ قال: یغتسل، وعن الرجل یری أنه قد احتلم ولم یجد بللا؟ قال: لا غسل علیه" ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے اس آدمی کے بارے میں سوال ہوا، جو اپنے کپڑوں پر تری پائے لیکن اسے خواب میں احتلام ہونا یاد نہیں، تو فرمایا: وہ غسل کرے، اور اس آدمی کے متعلق سوال ہوا، جسے خواب میں احتلام ہونا یاد ہے لیکن اس نے کپڑوں پر تری نہیں پائی، تو فرمایا: اس پر غسل نہیں۔ (سنن الترمذی، ابواب الطھارۃ، باب فیمن یستیقظ فیری بللا ولا یذکر احتلاما، ج 1، ص 173، دار الغرب الإسلامي، بیروت)

فتاوی ہندیہ میں ہے "ولو تذکر الاحتلام ولذة الإنزال ولم یر بللا لا یجب علیه الغسل والمرأة کذلک في ظاهر الروایة" ترجمہ: اگر کسی کو خواب میں احتلام ہونا اور انزال کی لذت یاد ہو لیکن کوئی تری نہ پائے تو اس پر غسل واجب نہیں۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب الطھارۃ، فصل فی معانی الموجبة للغسل، ج 1، ص 15، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے "اگر اِحتِلام یاد ہے، مگر اس کا کوئی اثر کپڑے وغیرہ پر نہیں، غسل واجب نہیں۔" (بہار شریعت، ج 1، حصہ 2، ص 321، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

عورت کو خواب میں انزال ہوا لیکن منی باہر نہ نکلی تو غسل کا حکم

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1287

تاریخ اجراء: 17 رجب المرجب 1445ھ / 29 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت کو خواب میں انزال ہو جائے لیکن منی باہر نہ نکلے تو کیا غسل فرض ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو خواب میں احتلام ہونے کی صورت میں غسل اس وقت واجب ہو گا جب منی اس کی فرجِ داخل سے نکل آئے، اگر صرف خواب ہوا لیکن منی نہیں نکلی، تو ظاہر الروایۃ کے مطابق اس صورت میں اس پر غسل واجب نہیں ہو گا۔

ردالمحتار میں ہے: "في البحر عن المعراج: لو احتلمت المرأة ولم يخرج الماء الى ظهر فرجها، عن محمد يجب وفي ظاهر الرواية لا يجب، لان خروج منيها إلى فرجها الخارج شرط لوجوب الغسل عليها وعليه الفتوى" یعنی عورت کو اگر احتلام ہوا اور پانی شرم گاہ کے باہر نہ نکلا، تو امام محمد سے مروی ہے اس پر غسل واجب ہو گا اور ظاہر الروایۃ میں ہے: اس پر غسل واجب نہیں ہو گا، کیونکہ عورت کی منی کا فرجِ خارج کی طرف نکل آنا اس عورت پر غسل واجب ہونے کی شرط ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ردالمحتار، جلد1، صفحہ 333، مطبوعہ: بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "عورت کو خواب ہوا تو جب تک مَنی فرجِ داخل سے نہ نکلے غسل واجب نہیں۔" (بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ 322، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کے لیے بلیڈ کے ذریعے اپنے غیر ضروری بال اتارنا

فتوی نمبر: WAT-139

تاریخ اجراء: 01ربیع الاول1443ھ /10اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا عورت بلیڈ کے ذریعے اپنے غیر ضروری بال اتار سکتی ہے؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

عورت کے لیے اپنے جسم کے زائد بال مثلاً موئے بغل اور موئے زیر ناف استرے یا سیفٹی یا اس کے علاوہ لوہے وغیرہ کی کسی چیز سے صاف کرنا، شرعاً جائز ہے کہ شریعت مطہرہ کا مقصود صفائی ہے وہ کسی بھی چیز سے حاصل ہو جائے۔ البتہ عورت کے لیے موئے زیر ناف اکھیڑنا سنت و افضل ہے۔ اور بغل کے بالوں کا اکھاڑنا مرد و عورت دونوں کے لیے سنت ہے۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا سو کر اٹھنے کے بعد استنجاء کرنا ضروری ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12582

تاریخ اجراء: 11 جمادی الاولی 1444ھ/06 دسمبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سو کر اٹھنے کے بعد نمازِ فجر کے لیے استنجاء کرنا ضروری ہے؟ جبکہ استنجاء کی حاجت بھی نہ ہو۔ اور اگر کوئی بغیر استنجاء کیے فقط وضو کر کے ہی نماز پڑھ لے تو کیا اس کی وہ نماز ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعاً استنجاء سے مراد سبیلین (یعنی اگلے پچھلے مقام) سے نکلنے والی نجاست کو دور کرنا ہے، اگر کسی شخص کو استنجاء کی حاجت ہی نہ ہو اور نہ ہی سبیلین پر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو، تو اس صورت میں بغیر استنجاء کیے بھی بلا کراہت نماز ہو جائے گی۔

درِ مختار میں ہے: "إزالة نجس عن سبيل فلا يسن من ريح وحصاة ونوم وفصد" یعنی سبیلین سے نجاست کو دور کرنے کا نام استنجاء ہے لہذا ہوا خارج ہونے، کنکری نکلنے، سو کر اٹھنے اور پچھنے لگوانے کے بعد استنجاء کرنا مسنون نہیں۔

(ونوم) کے تحت رد المحتار میں ہے: "لأنه ليس بنجس أيضاً" یعنی سو کر اٹھنے کے بعد استنجاء مسنون نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نیند نجس نہیں ہے۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الطھارۃ، ج 01، ص 599، مطبوعہ کوئٹہ)

فقیہ اعظم مفتی محمد نور اللہ نعیمی صاحب علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "ایک آدمی باوضو تھا لیکن ہوا دبر سے خارج ہوئی تو وضو ٹوٹ گیا لیکن پھر دوبارہ وضو جب کرتے ہیں تو وضو پورا کیا جاتا ہے اور استنجاء نہیں کیا جاتا، اس کی کیا وجہ؟۔" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "ہوا سے جسم آلودہ نہیں ہوتا لہذا استنجاء کی ضرورت نہیں اور شلوار دھونی بھی ضروری نہیں۔" (فتاوی نوریہ، ج 01، ص 125-124، دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع اوکاڑہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

گانا گانے یا سننے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد نوید چشتی عطاری

فتوی نمبر: WAT-2112

تاریخ اجراء: 07 ربیع الثانی 1445ھ / 23 اکتوبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا گانا گانے یا سننے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

یاد رہے کہ گانے گانا یا سننا شرعاً ناجائز و ممنوع ہیں، جن سے توبہ کرنا لازم ہے۔ لیکن محض کوئی گانا گانے یا سننے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، وضو ان مخصوص چیزوں سے ہی ٹوٹتا ہے، جنہیں شریعت مطہرہ نے وضو توڑنے والی چیزوں میں بیان فرمایا ہے مثلاً ریح، پیشاب، پاخانہ کا نکلنا، بہنے کی مقدار میں خون نکلنا وغیرہ۔ جبکہ گانا گانا یا سننا ان میں سے نہیں ہے۔ ہاں گانا گانے یا سننے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے۔ لہذا بہتر ہے کہ دوبارہ وضو کر لیا جائے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

وضو میں داڑھی کے بال دھونے کی تفصیل

فتوی نمبر: WAT-783

تاریخ اجراء: 08شوال المکرم1443ھ /10مئی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا وضو میں داڑھی کا ہر ہر بال دھونا ضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

داڑھی کے بال اگر گھنے ہوں کہ نیچے جلد نظر نہ آتی ہو تو داڑھی کے بال گلے کی طرف دبانے سے جس قدر بال چہرے کے دائرے میں آئیں گے ان کی اوپری سطح کا وضو میں دھونا فرض ہے۔ اور چہرے کی حد سے نیچے لٹکے ہوئے بالوں کا مسح سنت اور دھونا مستحب ہے۔ لیکن اگر داڑھی کے بال گھنے نہ ہوں بلکہ چھدرے ہوں (یعنی بالوں کے اندر سے چہرے کی جلد نظر آتی ہو) تو چہرے کی جلد تک پانی پہنچانا بھی ضروری ہے اور چہرے کی حد میں آنے والے بالوں کو دھونا بھی ضروری ہے۔ اور اگر کچھ حصے میں گھنے ہوں اور کچھ میں چھدرے، تو جہاں گھنے ہوں، وہاں بال اور جہاں چھدرے ہوں، وہاں اس جگہ جلد کا دھونا فرض ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابورجا محمد نور المصطفیٰ عطاری مدنی

مخصوص ایام میں عورت غسل کرسکتی ہے؟

ریفرنس نمبر: Nor.12342 تاریخ: 11-08-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے یہاں کے دیہی علاقوں میں خواتین میں یہ بات عام ہے کہ عورت مخصوص ایام میں نہیں نہا سکتی۔ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

"عورت مخصوص ایام میں نہیں نہاسکتی" یہ ایک عوامی غلط فہمی ہے، بلکہ بدبو یا میل زائل کرنے یا ٹھنڈک کے لیے نہانے میں کوئی حرج نہیں، اگرچہ جب تک خون بند ہونے کا درست وقت نہیں پایا جائے گا، نہا کر پاکی حاصل نہیں ہوگی، لیکن صفائی ستھرائی کے لیے کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ جو سوال میں درج ہے کہ لوگوں میں مشہور ہے، شریعتِ مطہرہ میں اس بات کی کوئی اصل نہیں، بلکہ اس کے برعکس شریعت میں کچھ خاص مواقع پر عورت کو اگرچہ وہ حیض یا نفاس کی حالت میں ہو، غسل کرنے کی ترغیب ہے، جیسا کہ احرام باندھتے وقت غسل کرنا مستحب ہے، لہذا اگر حیض یا نفاس والی عورت حج یا عمرہ کا احرام باندھ رہی ہو، تو اس کے لیے بھی یہ غسل مستحب ہے، بلکہ اس کی حلت پر فقہائے مجتہدین کا اتفاق ہے۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر ذوالحلیفہ پہنچ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ سیدتنا اسماء بنتِ عمیس کے ہاں سیدنا محمد بن ابی بکر کی ولادت ہوئی اور نفاس جاری تھا، تو چونکہ اہلِ مدینہ کی میقات ذوالحلیفہ ہے، لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلیفہ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ غسل کر کے احرام باندھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اگر حیض یا نفاس والی عورت کو ان ایام میں غسل کرنا منع ہوتا، تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم کیسے ارشاد فرماتے؟

واضح رہے کہ یہ جواب شرعی نقطہ نظر سے ہے، البتہ اگر کسی عورت کے لیے طبی نقطہ نظر سے ان ایام میں غسل کرنا مضرِ صحت ہو، تو وہ اپنے معالج کی ہدایات پر عمل کر سکتی ہے۔

نفاس کا خون جاری ہونے کی حالت میں غسل کرنے کی اجازت ہے، جیسا کہ امام مسلم علیہ الرحمۃ ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”نفست اسماء بنت عميس بمحمد بن ابی بکر بالشجرة فامر رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم ابا بکر یامرها ان تغتسل وتھلّ “یعنی حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا کو محمد بن ابی بکر کی ولادت کے سبب نفاس جاری ہو گیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو حکم دیا کہ وہ حضرت اسماء کو غسل کر کے احرام باندھنے کا کہیں۔

(الجامع الصحیح للامام مسلم، ج1، ص385، مطبوعہ کراچی)

اس کے تحت علامہ شرف الدین نووی شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”وفيه صحة احرام النفساء والحائض واستحباب اغتسالهما للاحرام وهو مجمع على الامر به لكن مذهبنا ومذهب مالك وابی حنيفة والجمهور انه مستحب وقال الحسن واهل الظاهر: هو واجب “یعنی اس روایت میں حیض ونفاس والی کے احرام صحیح ہونے نیز ان دونوں کے لیے غسلِ احرام کے مستحب ہونے پر دلیل موجود ہے اور اس معاملے میں اجماع ہے، مگر ہم شوافع، مالکیہ، احناف اور جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ یہ غسل مستحب ہے اور امام حسن بصری علیہ الرحمۃ اور ظاہریہ کا قول وجوب کا ہے۔ **(المنہاج شرح الصحیح لمسلم بن الحجاج، ج1، ص385، مطبوعہ کراچی)**

امام ابو داؤد و امام ترمذی علیہ الرحمۃ دونوں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: واللفظ للترمذی ”ان النفساء والحائض تغتسل وتحرم وتقضی المناسك كلها غير انها لا تطوف بالبيت “یعنی نفاس اور حیض والی عورت غسل کر کے احرام باندھے اور سوائے طوافِ بیت اللہ کے باقی تمام مناسک ادا کرے۔

(الجامع السنن للترمذی، ج3، ص281، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

احرام کے غسل سے متعلق تبیین الحقائق، حاشیہ شرنبلالی اور منحۃ الخالق میں ہے: واللفظ للاول ”والمراد بهذا الغسل تحصيل النظافة وإزالة الرائحة لا الطهارة حتى تؤمر به الحائض والنفساء۔۔۔ ولا يتصور حصول الطهارة لها “یعنی احرام کے غسل سے مراد نظافت کا حصول اور بدبو کو دور کرنا ہے، طہارت مقصود نہیں، یہاں تک کہ

حیض ونفاس والی کو بھی اس غسل کا حکم ہے، حالانکہ اس حالت میں ان کا غسل کر کے پاک ہونا، ممکن نہیں۔

اس کے تحت حاشیہ شلبی میں ہے: ”(قولہ والمراد بھذا الغسل الخ) قال الاتقانی: وھذا الغسل اعنی غسل الاحرام لیس بواجب ولکنہ من باب التنظیف کمافی الجمعۃ بدلالۃ اغتسال الحائض والنفساء ، ملتقطاً“ یعنی علامہ اتقانی کا فرمانا ہے کہ غسلِ احرام واجب نہیں، بلکہ یہ صفائی ستھرائی کی قبیل سے ہے، جیسا کہ غسلِ جمعہ کا معاملہ ہے اور اس کی دلیل حیض ونفاس والی کے لیے اس غسل کا سنت ہونا ہے۔

(تبیین الحقائق وحاشیۃ الشلبی، ج2، ص08، مطبوعہ ملتان)

امداد الفتاح میں ہے: ”وسنن الحج: منھا الاغتسال ولو لحائض ونفساء او الوضوء اذا اراد الاحرام“ یعنی حج کی سنتوں میں سے ایک سنت احرام باندھتے وقت وضو یا غسل کرنا ہے، اگرچہ وہ حیض یا نفاس والی عورت ہو۔

(امداد الفتاح شرح نور الایضاح، ص688، مطبوعہ کوئٹہ)

بحر الرائق میں ہے: ”(قولہ واذا اردت ان تحرم فتوضا والغسل افضل) قد تقدم دلیلہ في الغسل وھو للنظافۃ لا للطھارۃ فیستحب في حق الحائض أو النفساء والصبي “یعنی جب تمہارا احرام باندھنے کا وقت ہو، تو وضو کرو اور غسل افضل ہے اور غسل کی دلیل پیچھے گزر چکی ہے اور یہ غسل نظافت کے لیے ہے، طہارت کے لیے نہیں، لہذا حیض ونفاس والی عورت اور بچے کے حق میں یہ غسل مستحب ہے (پھر دلیل میں اوپر مسلم شریف کی ذکر کردہ روایت بیان کی ہے)۔ **(البحر الرائق، ج2، ص344، مطبوعہ المکتب الاسلامی)**

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”جب وہ جگہ (یعنی میقات) قریب آئے، مسواک کریں اور وضو کریں اور خوب مَل کر نہائیں، نہ نہا سکیں تو صرف وضو کریں، یہاں تک کہ حیض ونفاس والی اور بچے بھی نہائیں اور با طہارت احرام باندھیں۔“ **(بہار شریعت، ج1، حصہ6، ص1071، مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

12محرم الحرام1444ھ/11اگست2022ء

کیا بغیر شہوت کے منی نکلنے سے بھی غسل فرض ہو جاتا ہے؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

فتوی نمبر: Nor-12085

تاریخ اجراء: 03 رمضان المبارک 1443ھ / 05 اپریل 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شہوت کے بغیر اگر منی خارج ہو جائے، تو کیا اس صورت میں بھی غسل فرض ہو جاتا ہے؟؟ رہنمائی فرمادیں۔ سائل: غیاث احمد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی نہیں! بغیر شہوت کے منی خارج ہونے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔ البتہ اس صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا، نیز یہ منی کپڑے یا بدن کے جس حصے پر لگے گی اس حصے کو بھی پاک کرنا ہوگا۔

چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے: "رجل بال فخرج من ذکرہ مني إن کان منتشرا علیه الغسل وإن کان منکسرا علیه الوضوء۔ کذا في الخلاصة" یعنی کسی شخص نے پیشاب کیا تو اس کے عضو مخصوص سے منی بھی ساتھ ہی خارج ہو گئی، پس اگر منی اس حال میں خارج ہوئی کہ آلہ منتشر تھا تو اس پر غسل فرض ہے، ورنہ آلہ منتشر نہ ہونے کی صورت میں وضو لازم ہوگا، جیسا کہ خلاصہ میں مذکور ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الطھارۃ، ج 01، ص 14، مطبوعہ پشاور)

بہارِ شریعت میں ہے: "اگر مَنی پتلی پڑ گئی کہ پیشاب کے وقت یا ویسے ہی کچھ قطرے بلا شَہوت نکل آئیں تو غُسل واجب نہیں البتہ وُضو ٹوٹ جائے گا۔" (بہارِ شریعت، ج 01، ص 321، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واضح رہے کہ مادہ تولید نکلنے کی اپنی علامات ہیں ایک طبقہ وہ ہے جو مذی ہی کو منی سمجھتا ہے مذی ابتدائی شہوت میں نکلنے والا پانی ہوتا ہے مذی نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے غسل فرض نہیں ہوتا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فرض غسل میں بھولے سے کوئی عضو دھلنے سے رہ جائے تو غسل اور پڑھی گئی نماز کا کیا حکم ہوگا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12624

تاریخ اجراء: 02 جمادی الاخری 1444ھ / 26 دسمبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص فرض غسل میں کسی عضو کو دھونا بھول گیا اور فجر کی نماز پڑھ لی، بعد میں اسے یاد آیا تو کیا اب اسے دوبارہ سے پورا غسل کرنا ہوگا؟ یا پھر اسی عضو کو دھولینا کافی ہوگا۔ نیز جو نمازِ فجر پڑھی اس کا کیا حکم ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کی شرائط میں سے ایک بنیادی شرط طہارت ہے، اس کے بغیر نماز ادا ہی نہیں ہوتی، لہذا پوچھی گئی صورت میں جبکہ ایک عضو دھلنے سے رہ گیا تھا تو طہارت حاصل نہیں ہوئی جس کی بنا پر وہ نمازِ فجر سرے سے ادا ہی نہیں ہوئی، پس اس شخص پر لازم ہے کہ پاکی حاصل کرنے کے بعد اس نمازِ فجر کی قضا ادا کرے۔

البتہ اب نئے سرے سے پورا غسل کرنا ضروری نہیں بلکہ جو عضو دھونا بھول گیا تھا، اس عضو کو دھولینا ہی کافی ہے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے: "جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: انی اغتسلت من الجنابة وصليت الفجر، ثم اصبحت فرايت قدر موضع الظفر لم يصبه الماء، فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: لو كنت مسحت عليه بيدك اجزاك" یعنی ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں نے جنابت کا غسل کیا اور نماز فجر ادا کی، پھر صبح میں نے دیکھا کہ ناخن برابر جگہ کو پانی نہیں پہنچا تھا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم وہاں ہاتھ پھیر لیتے، تو کافی ہوتا۔" (سننِ ابنِ ماجہ، باب من استغسل من الجنابة الخ، ج 01، ص 218، دار احیاء الکتب العربیة)

مذکورہ بالا حدیثِ پاک کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”یعنی اگر غسل کے وقت وہاں ہاتھ پھیر لیتے، تو پانی بہہ جاتا یا غسل کے بعد وضو وغیرہ کے وقت ہاتھ پھیر کر پانی بہا لیتے، تو بھی کافی ہوتا، اب وہ جگہ دھوؤ اور نماز دوبارہ پڑھو۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس جگہ پر صرف مسح کافی تھا، پانی بہانے کی حاجت نہیں، کیونکہ غسل میں سارے جسم پر پانی بہانا فرض ہے۔ **اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غسل کا کوئی عضو سوکھا رہ گیا اور بہت دیر کے بعد پتا لگے، تو وہ دوبارہ غسل کرنا ضروری نہیں، بلکہ صرف وہ جگہ دھو دینا کافی ہے۔**“ (مراۃ المناجیح، ج 01، ص 306، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

جنبی شخص کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے اور نماز پڑھ لے تو اس رہ جانے والے فرض کو ادا کر کے دوبارہ سے وہ نماز پڑھے۔ جیسا کہ الاصل للامام محمد بن الحسن الشیبانی میں ہے: ”قلت: ارایت رجلا توضا ونسی المضمضۃ والاستنشاق او کان جنبا فنسی المضمضۃ والاستنشاق، ثم صلی؟ قال: اما ما کان فی الوضوء فصلاتہ تامۃ واما ما کان فی غسل الجنابۃ او طہر حیض فانہ یتمضمض ویستنشق ویعید الصلاۃ“ یعنی امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے (امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ سے) عرض کیا کہ ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جس نے وضو کیا اور وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا یا جنبی تھا اور کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا، پھر نماز پڑھ لی؟ تو (امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے) فرمایا: وضو میں ایسا ہوا، تو اس کی نماز مکمل ہے اور جنابت یا حیض سے پاکی والے غسل میں ایسا ہوا، تو کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور نماز بھی دوبارہ پڑھے۔ (الاصل للامام محمد بن الحسن الشیبانی، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 33-32، مطبوعہ مردان)

غنیۃ المستملی میں اس حوالے سے مذکور ہے: ”(ولو بقی شیء من بدنہ لم یصبہ الماء لم یخرج من الجنابۃ وان قل ۔۔۔ وشرب الماء یقوم مقام المضمضۃ وبلغ الماء الفم کلہ والا فلا، ولو ترکھا) ای ترک المضمضۃ او الاستنشاق او لمعۃ من ای موضع کان من البدن (ناسیا فصلی ثم تذکر) ذلک (یتمضمض) اویستنشق او یغسل اللمعۃ (ویعید ما صلی) ان کان فرضا لعدم صحتہ وان کان نفلا فلا، لعدم صحۃ شروعہ“ یعنی اگر (فرض غسل کرنے والے کے) بدن کا کچھ حصہ پانی بہنے سے رہ گیا تو وہ جنابت سے نہیں نکلے گا، اگرچہ وہ حصہ بالکل تھوڑا ہو اور (کلّی نہ کرنے کی صورت میں) پانی پینا کلی کے قائم مقام ہو جائے گا، جبکہ پانی پینے میں پورے منہ میں پانی پہنچ جائے، ورنہ نہیں اور اگر کلّی یا ناک میں پانی چڑھانا یا کسی بھی جگہ سے بدن کا کوئی حصہ دھونا بھول گیا اور نماز پڑھ لی، پھر یاد آیا، تو کلی کرے یا ناک میں پانی چڑھائے یا اس حصہ کو دھولے اور نماز دوبارہ پڑھے

، جبکہ وہ فرض نماز ہو، کیونکہ وہ درست ہی نہ ہوئی اور اگر نفل نماز ہو، تو دوبارہ پڑھنا ضروری نہیں، کہ اس کی ابتدا ہی درست نہ ہوئی۔ (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، ص44، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: ''مصلّی کے بدن کا حدث اکبر و اصغر اور نجاست حقیقیہ قدر مانع سے پاک ہونا (نماز کی شرائط میں سے ایک شرط ہے)۔'' (بہار شریعت، ج01، صفحہ476، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملخصاً)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''**اگر بکر جنب تھا یعنی اس پر غسل فرض تھا اور کلی کرنا بھول گیا تو طاہر نہ ہوا کہ غسل کا ایک فرض اس کے ذمے باقی رہ گیا۔** پھر اگر غسل کے بعد وضوئے جدید کیا جیسا کہ اکثر لوگ کر لیتے ہیں اور اس وضو میں کلی کرلی تو پاک ہو گیا، تمام نمازیں ہو گئیں۔ اور اگر کلی نہ کی تو اب بھی ناپاک ہی ہے، جب تک کلی نہ کرے گا پاک نہ ہو گا اور جب کلی کر لے گا جنابت دور ہو جائے گی۔ **پھر اگر بکر نے پانچوں نمازیں بغیر وضو کئے ہوئے اور بغیر کلی کے ادا کی ہیں جیسا کہ سوال سے یہی ظاہر ہے تو کوئی نماز ادا نہ ہوئی۔**'' (فتاوی امجدیہ، ج01، صفحہ11-10، مکتبہ رضویہ کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا مخصوص ایّام میں ناخن کاٹنا کیسا؟

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنه

مصدق: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: 44

تاریخ اجراء: 03 ربیع الثانی 1438ھ/02 جنوری 2016ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت حیض و نفاس کی حالت میں ناخن کاٹ سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت فرمادیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر عورت حیض اور نفاس سے پاک ہوگئی اور ابھی تک غسل نہیں کیا تو اس حالت میں اس کے لیے ناخن کاٹنا مکروہ ہے کہ یہ حیض و نفاس سے پاک ہونے کے وقت حدث والی ہوئی ہے، اور اس پر اس وقت غسل فرض ہوا ہے، اب اس حالت میں وہ جنبی کی طرح ہے، جیسے جنبی کے لیے حالت جنابت میں ناخن کاٹنا مکروہ ہے اس کے لیے بھی مکروہ ہے، اور اگر وہ حیض و نفاس سے پاک نہیں ہوئی تو اس حالت میں ناخن کاٹ سکتی ہے کیونکہ ابھی تک یہ حدث والی نہیں ہے اور اس پر غسل فرض نہیں ہے، اس حالت میں وہ پاک آدمی کی طرح ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: عورت حیض کی وجہ سے اس وقت حدث والی ہوگی جب حیض منقطع ہوجائے اس سے پہلے نہ اسے حدث ہے نہ حکم غسل۔ (فتاوی رضویہ، جلد 3، ص 254، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

سیدی اعلیٰ حضرت ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "عورت ابھی حیض یا نفاس میں ہے خون منقطع نہ ہوا اس حالت میں اگر اس کا ہاتھ یا کوئی عضو پانی میں پڑ جائے مستعمل نہ ہوگا کہ ہنوز اس پر غسل کا حکم نہیں، والمسألة فی الخانیة و الخلاصة والبحر وغیرھا۔" (فتاوی رضویہ، جلد 2، ص 117، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اس عبارت کے تحت فتاوی رضویہ کے حاشیہ میں فائدہ میں ہے: "حیض یا نفاس والی کا ابھی خون منقطع نہ ہوا تو وہ مثل طاہر ہے کہ ہنوز اس پر حکم غسل نہیں اگر ٹھنڈک لینے کو کنویں میں گھسے پانی مستعمل نہ ہوگا بخلاف بعد انقطاع کہ

اب اس پر حکم غسل متوجہ ہے تو اگر بے ضرورت کنویں میں جائے گی پانی مستعمل ہو جائے گا۔" (فتاوی رضویہ، جلد4، ص638، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:" وفیہ (البحر): وکذا الحائض والنفساء بعد الإنقطاع أما قبل الإنقطاع فھما کالطاھر إذا انغمس للتبرد لا یصیر الماء مستعملا کذا فی فتاوی قاضیخان و الخلاصۃ اھ۔ اور بحر میں ہے: اور یہی حکم حائض و نفاس والی کا ہے جس کا خون منقطع ہو چکا ہو، اور انقطاع خون سے قبل تو وہ دونوں اس پاک شخص کی طرح ہیں جس نے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تو پانی مستعمل نہیں ہو گا، فتاوی قاضی خان اور خلاصہ میں یہی ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد2، ص130، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

غسل فرض ہونے کی حالت میں جو حکم ناخن کاٹنے کا ہے وہی حکم بال کاٹنے یا اپنے فعل سے توڑنے کا بھی ہے، توام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک مشہور روایت ہے جو کہ صحاح ستہ اور حدیث کی مشہور تمام کتب میں موجود ہے، اس میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حیض کی حالت میں حج کے احرام کے لیے سر میں کنگھی کرنے کا حکم فرمایا، اب اس روایت سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ حیض کی حالت میں بال توڑنا منع نہیں ہے، کیونکہ عورتیں جب کنگھی کرتی ہیں تو ان کے بال ٹوٹنا بدیہی بات ہے، توجب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ کو کنگھی کا حکم ارشاد فرما رہے ہیں تو اس کے ضمن میں حیض کی حالت میں بال ٹوٹنے کی اجازت بھی مستفاد ہوتی ہے، توجو حکم بال ٹوٹنے کا ہے وہی ناخنوں کا بھی ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:" قالت: خرجنا موافین لھلال ذي الحجة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحب أن يهل بعمرة فليهل فإني لولا أني أهديت لأهللت بعمرة، فأهل بعضهم بعمرة وأهل بعضهم بحج وكنت أنا ممن أهل بعمرة فأدركني يوم عرفة وأنا حائض فشكوت إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: دعي عمرتك وانقضي رأسك وامتشطي وأهلي بحج، ففعلت حتى إذا كان ليلة الحصبة أرسل معي أخي عبد الرحمن بن أبي بكر فخرجت إلى التنعيم فأهللت بعمرة مكان عمرتي" ترجمہ: آپ فرماتی ہیں: ہم ذوالحج کا چاند نکلنے کے قریب قریب حج کے لیے نکلے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہے وہ عمرے کا باندھ لے اگر میں نے ہدی نہ بھیجی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا، تو بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا، اور میں نے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو عرفہ کا دن آگیا لیکن میں حیض کی حالت میں تھی، تو میں نے نبی

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی تو آپ نے فرمایا: تم عمرہ چھوڑ دو، اپنا سر کھول دو اور کنگھی کرلو اور اب حج کا احرام باندھ لو، تو میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ جب حصبہ یعنی محصب کی رات آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے ساتھ حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، میں تنعیم کے مقام پر آئی اور اپنے عمرے کی قضاء کے لیے دوسرے عمرے کا احرام باندھا۔(بخاری شریف، جلد1، ص46،45، مطبوعہ کراچی)

اس حدیث مبارکہ کے تحت ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الھادی فرماتے ہیں: ”قال ابن الملک رحمہ اللہ: أی أمرنی أن أخرج من إحرام العمرۃ و أترکھا بإستباحۃ المحظورات من التمشیط و غیرہ لعدم القدرۃ علی الإتیان بأفعالھا بسبب الحیض۔ وقال الطیبی رحمہ اللہ: أی أمرنی أن أخرج من إحرام العمرۃ و استبیح محظورات الإحرام و أحرم بعد ذٰلک بالحج فإذا فرغت منہ أحرم بالعمرۃ أی قضاء و ھٰذا ظاھر“ ابن الملک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یعنی مجھے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں عمرہ کے احرام سے نکل جاؤں اور اس کو احرام کے ممنوعات میں سے کسی پر عمل کرکے مثلاً کنگھی وغیرہ کے ساتھ کھول دوں، کیونکہ حیض کی وجہ سے اس کے افعال کو پورا کرنے کی قدرت نہیں تھی۔ اور طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ میں عمرہ کے احرام سے نکل جاؤں اور احرام کے ممنوعات میں سے کسی کے ساتھ اس کو کھول دوں، اور اس کے بعد حج کا احرام باندھ لوں، اور جب میں اس سے فارغ ہو جاؤں تو عمرہ کا احرام باندھ لوں یعنی جو پہلے عمرہ چھوڑ دیا اس کی قضاء کرلوں، اور یہ ظاہر ہے۔(مرقاۃ المفاتیح، جلد5، ص478، مطبوعہ کوئٹہ)

عورت جب حیض و نفاس سے پاک ہو جائے اور ابھی تک غسل نہ کیا ہو تو وہ اس حالت میں حدث والی ہے اور جنبی کی طرح ہے اس کے لیے اس حالت میں ناخن کاٹنا مکروہ ہے، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے: ”حلق الشعر حالۃ الجنابۃ مکروہ و کذا قص الأظافیر کذا فی الغرائب“ جنابت کی حالت میں بالوں کو کاٹنا مکروہ ہے اور اسی طرح ناخنوں کا کاٹنا بھی مکروہ ہے، غرائب میں اسی طرح ہے۔(فتاوی عالمگیری، جلد5، ص438، مطبوعہ کراچی)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: جنابت کی حالت میں نہ بال مونڈائے اور نہ ناخن ترشوائے کہ یہ مکروہ ہے۔(بہار شریعت، جلد3، حصہ16، ص585، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فرض غسل میں بندھے ہوئے بال کھولنے کا حکم

مجیب: ابوحفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1958

تاریخ اجراء: 19 صفرالمظفر1445ھ/06 ستمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی اسلامی بہن کے بال بندھے ہوں تو کیا پاکی حاصل کرنے کے لیے بال کو کھولنا ضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ تر کرلینا ضروری ہے کھولنا ضروری نہیں، ہاں اگر چوٹی اتنی سَخت گُندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے۔

صحیح مسلم میں ہے" عن أم سلمة، قالت: قلت يا رسول الله إني امرأة أشد ضفر رأسي فأنقضه لغسل الجنابة؟ قال: «لا. إنما يكفيك أن تحثي على رأسك ثلاث حثيات ثم تفيضين عليك الماء فتطهرين"

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنے سر کی چوٹی مضبوط گوندھتی ہوں تو کیا غُسلِ جنابت کے لیے اسے کھول ڈالوں؟ فرمایا: نہیں تمہیں اتنی بات ہی کفایت کرے گی کہ تم اپنے سر پر تین لَپ پانی ڈال لو، پھر اپنے اوپر پانی بہالو، پاک ہو جاوگی۔ (صحیح مسلم، کتاب الحیض، حدیث 330، ج1، ص259، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

مذکورہ حدیث پاک ذکر کرکے صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "یعنی جب کہ بالوں کی جڑیں تر ہو جائیں اور اگر اتنی سَخت گندھی ہو کہ جڑوں تک پانی نہ پہنچے تو کھولنا فرض ہے۔" (بہار شریعت، ج1، حصہ2، ص313، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بہار شریعت میں ہے" خاص غُسل کے ضروریات یہ ہیں۔

(1) سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ تر کر لینا ضروری ہے کھولنا ضروری نہیں، ہاں اگر چوٹی اتنی سَخْت گُندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے۔" (بہار شریعت، ج 1، حصہ 2، ص 317، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا استحاضہ کا خون رک جانے کی صورت میں غسل فرض ہوتا ہے

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor:12337

تاریخ اجراء: 07 محرم الحرام 1444ھ /06 اگست 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا استحاضہ کا خون رک جانے کی صورت میں غسل کرنا ضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

استحاضہ کے احکام حیض و نفاس کے احکام کی طرح نہیں، بلکہ استحاضہ کو حدثِ اصغر شمار کیا جاتا ہے یعنی اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر استحاضہ والی عورت معذور شرعی کے حکم میں ہے تو تب بھی عذر ختم ہونے پر رخصت ختم ہو جائے گی اور اب نماز پڑھنے کے لئے وضو ضروری ہو گا، لیکن استحاضہ چونکہ غسل کو لازم نہیں کرتا اس لئے غسل کرنا ضروری نہیں۔ البتہ کوئی غسل ٹھنڈ یا بو یا پسینہ دور کرنے کے لئے غسل کرنا چاہے، تو کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس موقع پر فقہاء نے غسل کرنا مستحب لکھا ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "واما الاستحاضۃ فحدث اصغر کالرعاف "یعنی بہرحال استحاضہ، تو وہ نکسیر کی طرح حدثِ اصغر ہے۔ (منہل الواردین من مجموعۃ رسائل ابن عابدین، صفحہ 185، مطبوعہ: بیروت)

مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "دمِ استحاضہ پیشاب کے مقام سے نکلتا ہے اور یہ غیر معتاد ہے اور ناقضِ وضو ہے" (نزھۃ القاری، جلد1، صفحہ 691، فرید بک اسٹال، لاہور)

جن کے لئے غسل کرنا مستحب ہے، ان کا بیان کرتے ہوئے صاحبِ درمختار شیخ علاء الدین محمد بن علی الحصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ولمستحاضۃ انقطع دمھا "یعنی مستحاضہ جس کا خون رک گیا (اس کے لئے بھی غسل کرنا مستحب ہے) (درِمختار مع ردالمحتار، جلد1، صفحہ 342، مطبوعہ: کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: "**استحاضہ کا خون بند ہونے کے بعد**، نماز کسوف و خسوف و اِستِسقاء اور خوف و تاریکی اور سخت آندھی کے لیے اور بدن پر نَجاست لگی اور یہ **معلوم نہ ہوا کہ کس جگہ ہے ان سب کے لیے غُسل مستحب ہے۔**" (بہار شریعت، جلد1، حصہ2، صفحہ325، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واضح رہے کہ استحاضہ کا خون ناپاک ضرور ہوتا ہے اور جسم یا کپڑوں کے جس حصے پر لگے اسے بھی ناپاک کر دیتا ہے، لہذا کپڑے یا بدن کے جس حصے پر خون لگا ہو، عورت جسم اور کپڑوں کے اس حصے کو پاک کرنے کے بعد صرف وضو کر کے بھی نماز ادا کر سکتی ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

منی کی صرف ایک بوند ہی شہوت سے نکلی ہو تو غسل فرض ہو جائے گا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12363

تاریخ اجراء: 25 محرم الحرام 1444ھ / 24 اگست 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر منی کی صرف 1 بوند ہی شہوت کے ساتھ نکلی ہو، مگر آلے کی سختی اور شہوت ابھی باقی ہو، تو غسل باقی رہے گا یا نہیں؟؟ رہنمائی فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مادہ تولید نکلنے کی اپنی علامات ہیں، اس مادے کے نکلنے کے بعد آلے کی سختی اور انسان کی شہوت ختم ہو جاتی ہے۔ ایک طبقہ وہ ہے جو مذی ہی کو منی سمجھتا ہے۔ مذی ابتدائی شہوت میں نکلنے والا پانی ہوتا ہے، مذی نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے، غسل فرض نہیں ہوتا۔

البتہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جہاں منی کے احتمال پر بھی غسل واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ سونے سے پہلے کسی شخص کو شَہوت ہی نہ تھی یا تھی مگر سونے سے پہلے وہ شہوت ختم ہو چکی تھی اور جو خارج ہوا تھا اُسے وہ صاف کر چکا تھا تو اب جاگنے پر تری پائی جانے کی صورت میں فقط منی کے احتمال سے بھی غسل واجب ہو جائے گا۔

سوال میں بیان کردہ صورت حال میں اگر شہوت کے ساتھ نکلنے والی بوند منی ہی کی ہے تو غسل فرض ہو جائے گا، کیونکہ منی اگر اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر نکلے تو (خواہ سوتے میں یا جاگتے میں، زیادہ مقدار میں نکلے یا کم مقدار میں، بہر صورت) اس سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔ اور یہ قطرہ اگر مذی ہے تو فقط وضو لازم ہو گا۔ نیز بدن یا کپڑوں کے جس حصے پر مذی کے یہ قطرے لگیں گے، اس حصے کو پاک کرنا بھی ضروری ہو گا۔

منی کے نکلنے سے انسانی شہوت ختم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ تحفۃ الفقہاء میں ہے:"المني هو الماء الأبيض الغليظ الذي ينكسر به الذكر وتنقطع به الشهوة"یعنی منی وہ گاڑھا سفید پانی ہے جس کے نکلنے کی وجہ سے ذکر کی سختی اور انسان کی شہوت ختم ہو جاتی ہے۔(تحفۃ الفقہاء، کتاب الطہارۃ، ج 01، ص 27، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

منی اپنی جگہ سے شہوت کی بنا پر جدا ہو کر نکلے تو غسل فرض ہو جاتا ہے جیسا کہ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:"(وفرض) الغسل (عند) خروج (مني) من العضو۔۔۔(منفصل عن مقره) هو صلب الرجل وترائب المرأة۔۔۔(بشهوة) أي لذة ولو حكما كمحتلم، ولم يذكر الدفق ليشمل مني المرأة، لان الدفق فيه غير ظاهر"یعنی عضو خاص سے منی نکلنے پر غسل فرض ہے جبکہ وہ منی اپنے محل سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی ہو، اور منی کا محل مرد کی پشت اور عورت کا سینہ ہے۔ اگرچہ یہ لذت حکماً ہو جیسا کہ احتلام والا، ماتن نے دفق (اچھلنے) کی قید کو اس لیے چھوڑا کہ عورت کی منی بھی اس حکم میں شامل ہو جائے، کیونکہ عورت کے منی خارج ہونے میں اچھلنا ظاہر نہیں ہوتا۔(تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الطہارۃ، ج 01، ص 326-325، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً وملخصاً)

بہار شریعت میں ہے:"منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر عضو سے نکلنا سببِ فرضیتِ غسل ہے۔"(بہار شریعت، ج 01، ص 321، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

منی کے احتمال پر غسل واجب ہونے کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:"نیند سے پہلے شہوت ہی نہ تھی یا تھی اور اسے بہت دیر گزر گئی، مذی جو اس سے نکلنی تھی، نکل کر صاف ہو چکی، اس کے بعد سویا اور تری مذکور پائی جس کا منی و مذی ہونا مشکوک ہے، تو بدستور صرف اسی احتمال پر غسل واجب کر دیں گے، منی کے غالب ظن کی ضرورت نہ جانیں گے۔"(فتاوی رضویہ، ج 01 (ب)، ص 631، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں اس حوالے سے مذکور ہے:"سونے سے پہلے شَہوت ہی نہ تھی یا تھی مگر سونے سے قبل دب چکی تھی اور جو خارِج ہوا تھا صاف کر چکا تھا تو مَنی کے ظنِ غالب کی ضرورت نہیں بلکہ محض احتمالِ مَنی سے غُسل واجب ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ کثِیرُ الوُقوع ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ اس کا خیال ضرور چاہیے۔"(بہار شریعت، ج 01، ص 322، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مذی نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے:"لا يفرض الغسل عند خروج مذي"یعنی مذی نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطہارۃ، ج 01، ص 335، مطبوعہ کوئٹہ)

مذی نجس ہونے کے حوالے سے بہارِ شریعت میں مذکور ہے: ”انسان کے بدن سے جو ایسی چیز نکلے کہ اس سے غُسل یا وُضو واجب ہو نَجاستِ غلیظہ ہے، جیسے پاخانہ، پیشاب، بہتا خون، پیپ، بھر مونھ قے، حَیض ونِفاس واِستحاضہ کا خون، مَنی، مَذی، وَدی۔“ (بہارشریعت، ج01، ص390، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بغیر مجبوری کے دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے کا حکم

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor:12458

تاریخ اجراء: 10ربیع الاول1444ھ/07اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے یا مکروہ تحریمی؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

حدیثِ مبارکہ میں داہنے ہاتھ سے استنجا کرنے کی ممانعت وارد ہوئی، جس کی بنا پر فقہاء نے ارشاد فرمایا کہ بلا عذرِ شرعی داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہِ تحریمی و گناہ ہے، ہاں اگر بائیں ہاتھ میں کوئی عذر ہو، تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔

بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اذا بال احدکم فلا یاخذن ذکرہ بیمینہ ولا یستنجی بیمینہ ولا یتنفس فی الاناء“ یعنی تم میں سے جب کوئی پیشاب کرے، تو اپنے داہنے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو ہرگز نہ پکڑے اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے استنجا کرے اور نہ ہی (پانی پیتے ہوئے) برتن میں سانس لے۔(صحیح البخاری، حدیث 154، صفحہ 31، مطبوعہ: ریاض)

کنز الدقائق و بحر الرائق میں ہے: واللفظ فی الھلالین للکنز: ”(لا بعظم وروث وطعام ویمین) ای لا یستنجی بھذہ الاشیاء والمراد انہ یکرہ بھا کما صرح بہ الشارح والظاھر انھا کراھۃ تحریم للنھی الوارد فی ذلک“ یعنی ہڈی، گوبر، کھانے اور سیدھے ہاتھ سے استنجانہ کرے اور مراد یہ ہے کہ ان کے ساتھ (استنجا) مکروہ ہے، جیسا کہ شارح نے اس کی صراحت کی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مکروہِ تحریمی ہے اس ممانعت کی وجہ سے جو اس معاملہ میں وارد ہوئی۔(البحر الرائق، جلد 1، صفحہ 420، مطبوعہ: کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں درِ مختار سے منقول ہے: ”کرہ تحریما بیمین ولا عذر بیسارہ۔ملخصا“یعنی بائیں ہاتھ میں کوئی عذر نہ ہو تو دائیں ہاتھ سے (استنجا) مکروہ تحریمہ ہے۔**ملخصا۔ت**۔(فتاوی رضویہ، جلد4، صفحہ577، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

امامِ اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں: ”دہنے ہاتھ سے استنجا اگرچہ ممنوع و گناہ ہے، صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی کما اخرجہ احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جیسا کہ امام احمد اور شیخین (امام بخاری و مسلم) رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ت) مگر جب عذر ہے، تو کچھ مواخذہ نہیں فان الضرورات تبیح المحذورات“(فتاوی رضویہ، جلد4، صفحہ576، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی کو چھونے یا اس کا بوسہ لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor:12544

تاریخ اجراء: 22 ربیع الثانی 1444ھ/18 نومبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا اپنی بیوی کو چھونے یا اس کا بوسہ لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوی کو چھونے یا اس کا بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا چاہے، یہ چھونا یا بوسہ لینا شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے، ہاں اگر چھونے یا بوسہ لینے سے مذی نکل آئی تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر شہوت کے ساتھ منی نکلی تو غسل لازم ہو گا۔

عورت کو چھونا وضو کو نہیں توڑتا خواہ شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے: ”مس بشرۃ المراۃ لا ینقض الوضوء مطلقا سواء کان بشھوۃ او لا“ یعنی عورت کے جسم کو چھونا مطلقاً وضو کو نہیں توڑتا خواہ شہوت کے ساتھ چھوا ہو یا بغیر شہوت کے۔(البحر الرائق، جلد1، صفحہ85، مطبوعہ: کوئٹہ)

نہایۃ المراد میں ہے: ”لا ینتقض الوضوء بمس المراۃ بشھوۃ“ یعنی شہوت کے ساتھ عورت کو چھونے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔(نہایۃ المراد۔ملتقطا، صفحہ175، مطبوعہ: دمشق)

بوسہ لینے سے بھی وضو لازم نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق مبسوط سرخسی میں ہے: ”لا یجب الوضوء من القبلۃ ومس المراۃ بشھوۃ او غیر شھوۃ“ یعنی بوسہ لینے اور عورت کو چھونے سے وضو واجب نہیں شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے۔(المبسوط لسرخسی، جلد1، سز صفحہ185، مطبوعہ: بیروت)

امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”لان المس لیس بحدث بنفسہ ولا سبب لوجود الحدث غالبا فاشبہ مس الرجل الرجل والمراۃ المراۃ ولان

مس احدالزوجين صاحبه ممايكثر وجوده فلو جعل حدثا لوقع الناس فی الحرج“یعنی اس وجہ سے کہ چھونا بذاتِ خود حدث نہیں اور نہ ہی غالباً وجودِ حدث کا سبب ہے، تو یہ مرد کے مرد کو چھونے اور عورت کے عورت کو چھونے کے مشابہ ہے اور اس وجہ سے کہ میاں بیوی میں سے کسی کا دوسرے کو چھونا ان چیزوں میں سے ہے جن کا وقوع کثیر ہے، تو اگر اس کو حدث قرار دے دیا جائے، تو لوگ حرج میں واقع ہو جائیں گے۔(بدائع الصنائع، جلد1، صفحہ121، مطبوعہ:القاھرۃ)

مذی نکلنے سے وضو کا حکم بیان کرتے ہوئے علامہ ابنِ نجیم مصری رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں:”اجمع العلماء انہ لا یجب الغسل بخروج المذی والودی کذافی شرح المھذب واذا لم یجب بھما الغسل وجب بھما الوضوء“یعنی علما کا اجماع ہے کہ مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا ایسا ہی شرح مھذب میں ہے اور جب ان دونوں سے غسل واجب نہیں ہوتا، تو ان سے وضو واجب ہو گا۔(البحرالرائق، جلد1، صفحہ115، مطبوعہ: کوئٹہ)

شہوت کے ساتھ منی نکلنے سے غسل لازم ہو جاتا ہے۔اس کے متعلق بہارِ شریعت میں ہے:”منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر عضو سے نکلنا سببِ فرضیتِ غسل ہے۔“(بہارشریعت، جلد01، صفحہ321، مکتبہ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جنبی فوت ہو تو اسے کلی کرانا اور ناک میں پانی چڑھانا ہوگا یا نہیں؟

فتوی نمبر: WAT-846

تاریخ اجراء: 25 شوال المکرم 1443ھ / 27 مئی 2022

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی شخص مر جائے اور اس پر غسل فرض ہو چکا تھا تو کیا غسل میت میں اس کے منہ اور ناک میں پانی بھرنا ضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

میت خواہ جنبی یا حیض و نفاس والی ہو یا پاک بہر صورت اسے غسل دیتے وقت اس کے ناک یا منہ میں پانی ڈالنا ضروری نہیں بلکہ باریک کپڑا یا روئی بھگو کر اسے میت کے دانتوں، ہونٹوں، تالو اور مسوڑھوں پر پھیر دیا جائے اور اسی طرح ناک کے نتھنوں میں بھی پھیر دیا جائے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے "ولا يمضمض ولا يستنشق، كذا في فتاوى قاضي خان، ومن العلماء من قال يجعل الغاسل على أصبعه خرقة رقيقة ويدخل الأصبع في فمه ويمسح بها أسنانه وشفتيه ولهاته ولثته وينقيها ويدخل في منخريه أيضا، كذا في الظهيرية" ترجمہ: میت کو نہ کلی کرائی جائے گی اور نہ ہی اس کے ناک میں پانی چڑھایا جائے گا جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں ہے، اور بعض علماء نے فرمایا: میت کو غسل دینے والا اپنی انگلی پر باریک کپڑا لپیٹ کر انگلی میت کے منہ میں داخل کرے اور اس کو اس کے دانتوں، ہونٹوں، تالو اور مسوڑھوں پر پھیرے اور انہیں صاف کرے، اور اسے، اس کے نتھنوں میں بھی داخل کرے، اسی طرح فتاوی ظہیریہ میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ، باب الجنائز، باب فی غسل المیت، ج 1، ص 158، دار الفکر، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ناپاکی کی حالت میں فوت ہونے والے کے متعلق سوال ہے کہ: "اسے ایک غسل دیا جائے گا یا دو؟ اور ساری ناک میں پانی اور غرغرہ کیونکر کیا جائے گا"؟

اس کے جواب میں امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے فرمایا: "غسل ایک دیا جائے گا، اور میت کے ناک اور منہ میں پانی

نہیں ڈالتے۔"(فتاوی رضویہ،ج09،ص98،رضافاونڈیشن،لاہور)

بہار شریعت میں ہے "میّت کے وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں(بہارشریعت،ج01،حصہ04، ص811،مکتبۃالمدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمدعرفان مدنی عطاری

شوہر یا بیوی کا ایک دوسرے کی میت کو غسل دینا

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جمادی الاولیٰ 1442ھ

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وفات کے بعد عورت اپنے شوہر کو اور شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟ براہِ مہربانی تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔ سائل: بشارت علی (اچھرہ، لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوی کی وفات سے نکاح فوراً ختم ہو جاتا ہے جبکہ شوہر کی وفات سے نکاح فوراً ختم نہیں ہوتا بلکہ جب تک بیوی عدت میں ہو من وَجہ نکاح باقی رہتا ہے لہٰذا شوہر کی وفات کے بعد بیوی اسے غسل دے سکتی ہے کہ حکمِ نکاح باقی ہے یونہی اگر شوہر نے اپنی زندگی میں طلاقِ رجعی دے دی ابھی عدت باقی تھی کہ شوہر کا انتقال ہو گیا تو غسل دے سکتی ہے کہ طلاقِ رجعی کے بعد عدت گزرنے سے پہلے ملکِ نکاح ختم نہیں ہوتی۔ البتہ اگر شوہر نے مرنے سے پہلے طلاقِ بائن دے دی تھی تو اگرچہ عدت میں ہو غسل نہیں دے سکتی کہ طلاقِ بائن نکاح کو ختم کر دیتی ہے۔

اور چونکہ بیوی کی وفات سے نکاح ختم ہو جاتا ہے لہٰذا شوہر اپنی بیوی کی وفات کے بعد اسے غسل نہیں دے سکتا نہ ہی بلا حائل اس کے جسم کو ہاتھ لگا سکتا ہے کیونکہ جب نکاح ہی ختم ہو گیا تو چھونے و غسل دینے کا جواز بھی جاتا رہا لہٰذا وہ اسے نہ چھو سکتا ہے نہ غسل دے سکتا ہے۔

تنبیہ: بیوی کی وفات کے بعد شوہر کو صرف غسل دینے و بلا حائل چھونے کی ممانعت ہے باقی چہرہ دیکھنا، کندھا دینا، قبر میں اتارنا وغیرہ تمام امور جائز ہیں یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے جنازے کو نہ کندھا دے سکتا ہے، نہ قبر میں اتار سکتا ہے، نہ اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے یہ سب باتیں محض غلط لغو و فضول ہیں ان کی شریعتِ مطہرہ میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

غسل فرض ہونے کی حالت میں جسم کا کوئی حصہ پانی میں پڑ جانے پر پانی کے مستعمل ہونے کا حکم

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12887

تاریخ اجراء: 07ذوالحجۃ الحرام 1444ھ/26جون 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس پر غسل فرض ہو، کیا اس کے جسم کا کوئی سا بھی بے دھلا حصہ پانی میں پڑنے سے وہ پانی مستعمل ہو جائے گا یا پھر اعضائے وضو میں سے کوئی عضو پانی میں پڑنے سے وہ پانی مستعمل ہو گا؟ اس میں درست مسئلہ کیا ہے؟ رہنمائی فرما دیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جس پر غسل فرض ہو، چونکہ اس کے پورے جسم پر ہی حدث طاری ہوتا ہے لہذا بے غسلے شخص کے جسم کا کوئی بھی بے دھلا حصہ قلیل پانی مثلاً پانی سے بھری ہوئی بالٹی یا لوٹے وغیرہ میں پڑ جائے تو وہ پانی مستعمل ہو جائے گا اور وضو غسل کے قابل نہیں رہے گا۔

یاد رہے کہ مستعمل پانی سے مراد وہ پانی ہے جسے قربت کے ارادے سے یا پھر حدث دور کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہو، لہذا بدن کے جس حصہ کے ساتھ حدث کا تعلق ہوتا ہے وہ حصہ جب بغیر دھوئے قلیل پانی میں پڑے گا تو اتنے حصہ سے حدث دور ہو گا اور وہ پانی مستعمل ہو جائے گا، اس سے وضو یا غسل جائز نہ ہو گا۔

مستعمل پانی کی تعریف تنویر الابصار مع الدر المختار میں یوں مذکور ہے: "ماء (استعمل ل) اجل (قربة)۔۔۔(أو) لاجل (رفع حدث)"یعنی مائے مستعمل سے مراد وہ پانی ہے جسے نیکی یا حدث دور کرنے کے لئے استعمال کیا گیا۔(تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، ج01، ص198، مطبوعہ بیروت، ملتقطاً)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ مستعمل پانی کی تعریف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "مائے مستعمل وہ قلیل پانی ہے جس نے یا تو تطہیر نجاست حکمیہ سے کسی واجب کو ساقط کیا یعنی انسان کے کسی ایسے پارہ جسم کو مس کیا جس کی تطہیر وضو یا غسل سے بالفعل لازم تھی یا ظاہر بدن پر اُس کا استعمال خود کار ثواب تھا اور استعمال کرنے والے نے اپنے

بدن پر اُسی امر ثواب کی نیت سے استعمال کیا اور یوں اسقاط واجب تطہیر یا اقامت قربت کر کے عضو سے جُدا ہوا اگرچہ ہنوز کسی جگہ مستقر نہ ہوا بلکہ روانی میں ہے۔۔۔۔ محدث نے تمام یا بعض اعضائے وضو دھوئے اگرچہ بے نیت وضو محض ٹھنڈ یا میل وغیرہ جُدا کرنے کیلئے یا اُس نے اصلا کوئی فعل نہ کیا، نہ اُس کا قصد تھا بلکہ کسی دوسرے نے اُس پر پانی ڈال دیا جو اُس کے کسی ایسے عضو پر گزرا جس کا وضو یا غسل میں پاک کرنا ہنوز اس پر فرض تھا مثلاً محدث کے ہاتھ یا جُنب کی پیٹھ پر تو ان سب صورتوں میں شکل اول کے سبب پانی مستعمل ہو گیا کہ اس نے محل نجاست حکمیہ سے مس کر کے اُتنے ٹکڑے کی تطہیر واجب کو ذمہ مکلف سے ساقط کر دیا۔" (فتاوی رضویہ، ج02، ص44-43، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ملتقطاً)

بہارِ شریعت میں ہے: "**جس شخص پر نہانا فرض ہے اس کے جسم کا کوئی بے دُھلا ہوا حصہ پانی سے چھو جائے تو وہ پانی وُضو اور غُسل کے کام کا نہ رہا۔** اگر دُھلا ہوا ہاتھ یا بدن کا کوئی حصہ پڑ جائے تو حَرَج نہیں۔" (بہارِ شریعت، ج01، ص333، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی امجدیہ میں ہے: "بے وضو کے اعضائے وضو میں سے کوئی عضو اگرچہ انگلی یا پورا یا ناخن اور جنب اور وہ حائض یا نفساء جو حیض و نفاس سے پاک ہو چکی ہے، مگر ابھی غسل نہیں کیا ہے، ان کا کوئی عضو بے دھلا ہوا اگر ماء قلیل یعنی دہ در دہ سے کم غیر جاری میں پڑ جائے، تو وہ سارا پانی مستعمل ہو گیا، جبکہ بغیر ضرورتِ شرعیہ پڑا ہو، اور وہ پانی وضو یا غسل کے قابل نہ رہا۔۔۔ پانی کے مستعمل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک وضو یا غسل میں نیت شرط نہیں، لہذا **جس حصہ بدن کے ساتھ حدث کا تعلق ہے، وہ جب پانی سے ملاقی ہو گا، تو اتنے سے حدث مرتفع ہو جائے گا، اور جب اس پانی نے رفع حدث کیا تو مستعمل ہو گیا** کہ مستعمل ہونے کے لئے نیت رفع حدث شرط نہیں۔" (فتاوی امجدیہ، ج01، ص14، مکتبہ رضویہ، کراچی، ملتقطاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

غسل کے بعد جسم پر جمے ہوئے میل کا علم ہوا، تو پہلے والے غسل و نمازوں کا حکم

ریفرنس نمبر:Faj-7106 تاریخ:23-05-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض دفعہ بغل یا جسم کے کسی اور حصہ پر جسم کے میل کی تہ جمی ہوئی ہوتی ہے، انسان کی توجہ نہیں جاتی، اس کو ہٹائے بغیر ہی وہ فرض غسل کر لیتا ہے ، اس کے بعد نمازیں وغیرہ بھی ادا کرتا رہتا ہے، بعد میں اس کو پتہ چلتا ہے کہ اس کے جسم پر فلاں جگہ غسل سے پہلے سے ہی میل جما ہوا ہے، تو ایسی صورت میں اس کا پہلے کیا ہوا غسل ادا ہوا یا نہیں؟ اس نے جو نمازیں پڑھیں، وہ ادا ہوئیں یا نہیں؟ نیز اب جب اس کو علم ہو گیا ہے، تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

بعض اوقات جسم کے کسی حصے پر ایسی چیز جمی ہوتی ہے کہ جسے زائل کرنے میں ضرر یا مشقت ہوتی ہے، مثلاً: پان کھانے والے افراد کے دانتوں کی جڑوں میں جما ہوا سخت قسم کا چُونا اور عورتوں کے دانتوں میں مسی کی جمی ہوئی ریخیں وغیرہ۔ فرض غسل میں ان کو زائل کرنے کا حکم نہیں، ان کو زائل کیے بغیر ہی فرض غسل ہو جائے گا اور بعض دفعہ ایسی چیز جمی ہوتی ہے کہ اس کو زائل کرنے میں ضرر یا مشقت تو نہیں، لیکن وہ ایسی چیز ہوتی ہے کہ عموماً یا خصوصاً بندے کا اس سے واسطہ پڑتا ہے، اس کی مکمل نگہداشت اور اس کے لگے ہونے یا نہ لگے ہونے پر مسلسل نظر رکھنا دشوار اور حرج کا باعث ہوتا ہے، مثلاً: مچھر یا مکھی کی بیٹ، پکانے یا گوندھنے والے کے لیے آٹا، مزدور کے لیے گارا مٹی، عام لوگوں کے لیے کوئے یا پلک میں سرمہ کا جِرم وغیرہ۔ فرض غسل میں ایسی چیزوں کے متعلق حکم یہ ہوتا

ہے کہ غسل سے پہلے اگر معلوم ہو جائیں، تو ان کو زائل کرنا ہو گا، اگر غسل سے پہلے ان چیزوں کے لگے رہنے کا علم نہیں ہوا اور اسی حالت میں غسل کر لیا، تو غسل ادا ہو جائے گا، اس کے بعد نمازیں ادا کیں، وہ بھی ہو جائیں گیں، البتہ جب ان چیزوں کے لگے رہنے کا علم ہو جائے، تو ان کو زائل کر کے جسم کے اس حصہ پر پانی بہانا ضروری ہو گا، علم کے بعد ان کو زائل کر کے جسم کے اس حصہ پر پانی نہیں بہایا، تو آئندہ نمازیں ادا نہیں ہوں گی۔

جسم پر موجود میل کی بھی اگر پہلے والی صورت ہے یعنی اتنا زیادہ اور سخت قسم کا میل جم چکا ہے کہ اب اس کو زائل کرنا ضرر یا مشقت کا باعث ہے، تو جب تک یہی کیفیت رہتی ہے فرض غسل میں اس کو زائل کرنے کا حکم نہیں ، بعض لوگوں کو کالے دھبے کی صورت میں میل مستقل جمنے کی شکایت ہوتی ہے اور صابن تک سے یہ زائل نہیں ہوتا، کسی کے پنجے اور کسی کی گردن میں ایسا میل جمنا پایا جاتا ہے، ممکن ہے دیگر جگہوں پر بھی پایا جاتا ہو۔ اس قسم کے میل کو زائل کیے بغیر ہی غسل کر لیا جائے، طہارت حاصل ہو جائے گی اور اگر بدن پر موجود میل کی صورت یہ ہے کہ پتا چل جائے کہ اس کو بآسانی زائل کیا جا سکتا ہے، تو پھر اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر غسل سے پہلے علم ہو جائے، تو اس کو زائل کرنا ہو گا، جبکہ میل ایسی کیفیت میں ہو کہ جِلد پر پانی پہنچنے سے مانع ہو، اگر غسل سے پہلے پتا نہیں چلا اور یونہی غسل کر کے نمازیں بھی ادا کر لیں، تو ادا کی گئی نمازیں ہو گئیں، جب اس میل کے لگے ہونے کا علم ہو گا، اس وقت اس کو زائل کر کے جسم کے اس حصہ پر پانی بہانا ہو گا، ورنہ آگے نمازیں ادا نہیں ہوں گی، کیونکہ اس صورت میں میل کو زائل کرنے میں اگرچہ ضرر و مشقت نہیں ہے، لیکن بدن کا میل عموماً انسان کے جسم میں لگا ہوتا ہے، اس کی نگہداشت میں ضرور حرج ہے، ایسی صورت میں مذکورہ حکم ہی ہوتا ہے۔

پہلی صورت کے متعلق درمختار میں ہے: "(لا) یجب (غسل ما فیه حرج کعین) وإن اکتحل بکحل نجس (وثقب انضم و) لا (داخل قلفة) یندب هو الاصح قاله الکمال وعلله بالحرج۔۔۔ (وکفی بل اصل ضفیرتها) ای شعر المراۃ المضفور للحرج "یعنی جس کو دھونے میں حرج ہو اس کو دھونا واجب نہیں، جیسا کہ آنکھ کا ڈھیلا، اگرچہ نجس سرمہ ہی کیوں نہ لگایا ہو اور عورت کے ناک اور کان کے وہ سوراخ جو بند ہو چکے ہوں اور غیر مختون کا کھال کے اندرونی حصہ کو دھونا، البتہ اس اندرونی حصہ کا دھونا مستحب ہے، اس کی تصحیح

صاحب فتح القدیر نے کی اور اس کی علت حرج بیان کی ہے، عورت کا گندھے ہوئے بالوں کی جڑوں کو تر کر لینا کافی ہے (مکمل بال کھول کر نوک تک تر کرنا ضروری نہیں) حرج کی وجہ سے۔

(درمختار، جلد1، صفحہ 315،314،313، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں ہے: "ہاں اگر اُس کے جُدا کرنے میں حرج وضرر واذیت ہو، جس طرح پانوں کی کثرت سے جڑوں میں چونا جم کر متحجر ہو جاتا ہے کہ جب تک زیادہ ہو کر آپ ہی جگہ نہ چھوڑ دے، چھڑانے کے قابل نہیں ہوتا یا عورتوں کے دانتوں میں مسی کی ریخیں جم جاتی ہیں کہ ان کے چھیلنے میں دانتوں یا مسوڑھوں کی مضرت کا اندیشہ ہے، تو جب تک یہ حالت رہے گی اس قدر کی معافی ہو گی۔" فان الحرج مدفوع بالنص"

(فتاوی رضویہ، جلد1، صفحہ 441، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر ہے: "حرج کی تین صورتیں ہیں: **ایک یہ کہ وہاں پانی پہنچانے میں مضرت ہو، جیسے آنکھ کے اندر۔ دوم مشقت ہو، جیسے عورت کی گندھی ہوئی چوٹی۔** سوم بعد علم واطلاع کوئی ضرر ومشقت تو نہیں، مگر اس کی نگہداشت، اس کی دیکھ بھال میں دقت ہے، جیسے مکھی مچھر کی بیٹ یا الجھا ہوا، گرہ کھایا ہوا بال۔ **قسم اول ودوم کی معافی تو ظاہر** اور قسمِ سوم میں بعدِ اطلاع ازالہ مانع ضرور ہے، مثلا: جہاں مذکورہ صورتوں میں مہندی، سرمہ، آٹا، روشنائی، رنگ، بیٹ وغیرہ سے کوئی چیز جمی ہوئی دیکھ (دِکھ) پائی، تو اب یہ نہ ہو کہ اسے یوں ہی رہنے دے اور پانی اوپر سے بہادے، بلکہ چھڑا لے کہ آخر ازالہ میں تو کوئی حرج تھا ہی نہیں، تعاہد میں تھا بعد اطلاع اس کی حاجت نہ رہی۔" ومن المعلوم ان ما کان لضرورۃ تقدر بقدرھا" (ترجمہ: اور یہ بات معلوم ہے کہ جو حکم کسی ضرورت کے باعث ہو، وہ قدرِ ضرورت ہی کی حد پر رہے گا)۔"

(فتاوی رضویہ، جلد1، صفحہ 455، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دوسری صورت کے متعلق در مختار میں ہے: "(ولا یمنع) الطھارۃ (ونیم) ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ (وحناء) ولو جرمہ، بہ یفتی، (ودرن ووسخ)" ترجمہ: طہارت سے مانع نہیں ہوتی مکھی اور پسو کی وہ بیٹ کہ جس کے نیچے پانی نہ پہنچے، اور مہندی اگرچہ جِرم دار ہو، اسی پر فتوی ہے۔ اور بدن کا میل بھی مانع

نہیں۔ **(درمختار مع ردالمحتار، جلد1، ص316، مطبوعہ کوئٹہ)**

"لم یصل تحتہ" کے تحت ردالمحتار میں ہے:"لان الاحتراز عنہ غیر ممکن "کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں۔ **(ردالمحتار علی الدرالمختار، جلد1، صفحہ316، مطبوعہ کوئٹہ)**

جد الممتار میں ہے:"ان الذی لا حرج فی ازالتہ بل فی تعاھدہ اذا اطلع علیہ یجب ازلتہ ولا یجوز ترکہ کالحناء والکحل والونیم ونحوھا "**ایسی چیزیں جن کو زائل کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ ان کی نگہداشت میں حرج ہے، ان میں جب اطلاع ہو جائے گی، تو ان کو زائل کرنا لازم ہو گا، ایسے چھوڑ دینا جائز نہیں ہو گا، جیسا کہ مہندی، سرمے اور بیٹ وغیرہ کا حکم ہے۔** **(جدالممتار، جلد1، صفحہ455، مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

ایک اور مقام پر فتاوی رضویہ میں ہے:"جس چیز کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اس کے ملاحظہ و احتیاط میں حرج ہے، اس کا ناخنوں کے اندر یا اوپر یا اور کہیں لگا رہ جانا اگرچہ جِرم دار ہو، اگرچہ پانی اس کے نیچے نہ پہنچ سکے، جیسے پکانے گوندھنے والوں کے لیے آٹا، رنگریز کے لیے رنگ کا جِرم، عورات کے لیے مہندی کا جِرم، کاتب کے لیے روشنائی، مزدور کے لیے گارا مٹی، عام لوگوں کے لیے کوئے یا پلک میں سرمہ کا جِرم، **بدن کا میل** مٹی غبار، مکھی مچھر کی بیٹ وغیرہا کہ ان کا رہ جانا فرض اعتقادی کی ادا کو مانع نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد1، جزء الف، صفحہ269، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

بہار شریعت میں ہے:"پکانے والے کے ناخن میں آٹا، لکھنے والے کے ناخن وغیرہ پر سیاہی کا جِرم، عام لوگوں کے لیے مکّھی مچھر کی بیٹ اگر لگی ہو، تو غُسل ہو جائے گا۔ ہاں بعد معلوم ہونے کے جدا کرنا اور اس جگہ کو دھونا ضروری ہے، پہلے جو نماز پڑھی ہو گئی۔" **(بہار شریعت، جلد1، صفحہ319، مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

21شوال المکرم 1443ھ/23مئی 2022ء

غسل میں کلی یا ناک میں چڑھانا بھول گئے تو پڑھی گئی نمازوں کا حکم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: Pin-6903

تاریخ اجراء: 12رجب المرجب1443ھ/14فروری2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر فرض غسل میں فقط کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا یا دونوں ہی بھول جائیں اور نماز پڑھنے کے بعد یاد آئے، تو اس نماز کا کیا حکم ہے؟ نیز اب نئے سرے سے غسل کرنا ضروری ہوگا یا جو فرض رہ گیا تھا، فقط اسے ادا کرنا کافی ہوگا؟ اور اگر وضو کرنے کے بعد یہی صورت پیش آجائے، تو اب کیا حکم ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال کا جواب جاننے سے قبل چند بنیادی باتیں سمجھ لیجئے:

☆فرض غسل میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، انسان کو اس انداز سے غسل کرنا چاہیے کہ بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہے، اگر لاپرواہی کی وجہ سے کوئی حصہ دھلنے سے رہ گیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ایسا کرنے والے کو اِس کی وجہ سے آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

☆ غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا فرض ہے، جبکہ وضو میں یہ دونوں سنت ہیں، لہذا غسل میں انہیں چھوڑنے کی وجہ سے غسل ہی نہیں ہوگا اور وضو ان کے بغیر بھی ہو جائے گا، لیکن وضو میں بھی جان بوجھ کر انہیں چھوڑنا منع ہے کہ سنت کا ترک ہے۔

☆غسل میں کوئی عضو دھونے سے رہ گیا، تو فقط اسی عضو کو دھو لینا کافی ہے، دوبارہ غسل کرنا ضروری نہیں، لہذا دورانِ غسل کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا بھول گیا، لیکن بعد میں دونوں کام کر لئے یا وضو کر لیا، جیسا کہ کئی لوگ غسل کے بعد وضو کر لیتے ہیں اور وضو میں کلی کر لی اور ناک میں پانی چڑھا لیا، تو اس سے بھی غسل کے

دونوں فرض ادا ہو جائیں گے، بلکہ اگر اس انداز سے پانی پی لیا کہ منہ کے تمام حصوں تک پہنچ گیا، تو کلی والا فرض اس سے بھی ادا ہو جائے گا۔

اس تفصیل سے پوچھی گئی صورت کا جواب بھی واضح ہو گیا اور وہ یہ کہ اگر کسی شخص نے فرض غسل کیا اور کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا یا دونوں بھول گیا اور اسی طرح نماز ادا کر لی، تو وہ ادا ہی نہ ہوئی، کیونکہ فرض رہ جانے کی وجہ سے غسل ہی نہ ہوا، پس جب غسل نہ ہوا، تو نماز بھی نہ ہوئی۔ البتہ اگر نماز سے پہلے ویسے ہی یا وضو کیا اور اس میں چھوٹ جانے والے فرض ادا کر لیے یا کلی چھوٹ جانے کی صورت میں اس انداز سے پانی پیا کہ وہ منہ کے تمام حصوں تک پہنچ گیا، تو اس کے بعد ادا کی گئی نماز درست ہوئی، جبکہ وہ اپنی شرائط کے ساتھ ادا کی گئی۔ اور وضو میں کلی نہ کی یا ناک میں پانی نہ چڑھایا اور نماز کے بعد یاد آیا، تو وہ نماز درست ہو گئی، کیونکہ وضو کی سنت چھوٹ جانے کی وجہ سے وضو ہو جاتا ہے، پس جب وضو ہو گیا، تو نماز بھی ہو گئی ۔

مذکورہ بالا احکام کے بارے میں احادیثِ طیبہ:

غسل میں بال برابر جگہ خشک رہ جانے سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من ترک موضع شعرۃ من جنابۃ لم یغسلھا فعل بھا کذا و کذا من النار، قال علی: فمن ثم عادیت راسی، فمن ثم عادیت راسی، فمن ثم عادیت راسی، و کان یجز شعرہ رضی اللہ عنہ“ ترجمہ: جس نے غسل جنابت میں بال برابر جگہ بھی ایسی چھوڑی کہ اسے دھویا نہیں، تو اس کے ساتھ آگ سے ایسے ایسے کیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: پس اسی وجہ سے میں نے اپنے سر سے دشمنی کر لی ہے۔ یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ راوی فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اپنے بال منڈوا دیا کرتے تھے۔ (سننِ ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب فی الغسل من الجنابۃ، ج 1، ص 45، مطبوعہ لاھور)

غسل میں کلی نہ کی یا ناک میں پانی نہ چڑھایا اور اسی طرح نماز پڑھ لی، تو اس بارے میں حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے ارشاد فرمایا: ”ان کان من جنابۃ اعاد المضمضۃ والاستنشاق واستانف الصلاۃ“ ترجمہ: اگر جنابت کا غسل ہو، تو کلی اور ناک میں دوبارہ پانی ڈال لے اور نئے سرے سے نماز ادا کرے۔ (سننِ دارِ قطنی، ج 1، ص 207، مطبوعہ، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

غسل میں کوئی عضو دھونے سے رہ گیا، تو بعد میں فقط اسی عضو کو دھو لینا کافی ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ”قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: انی

اغتسلت من الجنابة وصليت الفجر، ثم اصبحت فرایت قدر موضع الظفر لم یصبه الماء، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت مسحت علیہ بیدک اجزاک“ ترجمہ: ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں نے جنابت کا غسل کیا اور نماز فجر ادا کی، پھر صبح میں نے دیکھا کہ ناخن برابر جگہ کو پانی نہیں پہنچا تھا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم وہاں ہاتھ پھیر لیتے، تو کافی ہوتا۔ (سننِ ابن ماجه، باب من استغسل من الجنابۃ۔۔الخ، ج1، ص48، مطبوعہ کراچی)

اس حدیثِ پاک کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ” یعنی اگر غسل کے وقت وہاں ہاتھ پھیر لیتے، تو پانی بہہ جاتا یا غسل کے بعد وضو وغیرہ کے وقت ہاتھ پھیر کر پانی بہا لیتے، تو بھی کافی ہوتا، اب وہ جگہ دھوؤ اور نماز دوبارہ پڑھو۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس جگہ پر صرف مسح کافی تھا، پانی بہانے کی حاجت نہیں، کیونکہ غسل میں سارے جسم پر پانی بہانا فرض ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غسل کا کوئی عضو سوکھا رہ گیا اور بہت دیر کے بعد پتا لگے، تو وہ دوبارہ غسل کرنا ضروری نہیں، بلکہ صرف وہ جگہ دھو دینا کافی ہے۔“ (مراۃ المناجیح، ج1، ص306، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ، گجرات)

فقہی جزئیات:

الاصل المعروف بالمبسوطِ للشیبانی میں ہے: ” قلت: ارایت رجلا توضا ونسی المضمضة والاستنشاق او کان جنبا فنسی المضمضة والاستنشاق، ثم صلی؟ قال: اما ما کان فی الوضوء فصلاتہ تامة واما ما کان فی غسل الجنابة او طهر حیض فانه یتمضمض ویستنشق ویعید الصلاۃ“ ترجمہ: امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ سے عرض کیا کہ ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ جس نے وضو کیا اور وضو میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا یا جنبی تھا اور کلی اور ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا، پھر نماز پڑھ لی؟ تو امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: بہر حال وضو میں ایسا ہوا، تو اس کی نماز مکمل ہے اور جنابت یا حیض سے پاکی والے غسل میں ایسا ہوا، تو کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور نماز بھی دوبارہ پڑھے۔ (الاصل المعروف بالمبسوطِ للشیبانی، ج1، ص41، مطبوعہ کراچی)

منیۃ المصلی اور اس کی شرح غنیۃ المتملی میں ہے: ” بین الھلالین منیة المصلی (ولو بقی شیء من بدنه لم یصبه الماء لم یخرج من الجنابة وان قل وشرب الماء یقوم مقام المضمضة اذا بلغ الماء الفم کله والا فلا، ولو ترکھا) ای ترک المضمضة او الاستنشاق او لمعة من ای موضع کان من البدن (ناسیا

فصلی ثم تذکر) ذلک (یتمضمض) اویستنشق اویغسل اللمعۃ (ویعید ما صلی) ان کان فرضا لعدم صحتہ وان کان نفلا فلا، لعدم صحۃ شروعہ" ترجمہ: اگر (فرض غسل کرنے والے کے) بدن کا کچھ حصہ رہ گیا کہ اسے پانی نہ پہنچا، تو وہ جنابت سے نہیں نکلے گا، اگرچہ وہ حصہ بالکل تھوڑا ہو اور (کلّی نہ کرنے کی صورت میں) پانی پینا کلی کے قائم مقام ہو جائے گا، جبکہ پورے منہ میں پانی پہنچ جائے، ورنہ نہیں اور اگر بھول کر کلّی یا ناک میں پانی چڑھانا یا کسی بھی جگہ سے بدن کا کوئی حصہ چھوڑ دیا اور نماز پڑھ لی، پھر یاد آیا، تو کلی کرے، ناک میں پانی چڑھائے اور اس حصہ کو دھولے اور نماز دوبارہ پڑھے، جبکہ وہ فرض نماز ہو، کیونکہ وہ درست ہی نہ ہوئی اور اگر نفل نماز ہو، تو دوبارہ پڑھنا ضروری نہیں، کہ اس کی ابتدا ہی درست نہ ہوئی۔ (منیۃ المصلی مع غنیۃ المتملی، ص50، مطبوعہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ اسی طرح کے ایک سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "اگر بکر جنب تھا یعنی اس پر غسل فرض تھا اور کلی کرنا بھول گیا، تو طاہر نہ ہوا، کہ غسل کا ایک فرض اسکے ذمہ باقی رہ گیا۔ پھر اگر غسل کے بعد وضوئے جدید کیا، جیسا کہ اکثر لوگ کر لیتے ہیں اور اس وضو میں کلی کرلی، تو پاک ہو گیا، تمام نمازیں ہو گئیں اور اگر کلی نہ کی، تو اب بھی ناپاک ہی ہے، جب تک کلی نہ کریگا، پاک نہ ہوگا اور جب کلی کرلیگا، جنابت دور ہو جائیگی۔ پھر اگر زید نے پانچوں نمازیں بغیر وضو کئے ہوئے اور بغیر کلی کے ادا کی ہیں، جیسا کہ سوال سے یہی ظاہر ہے، تو کوئی نماز ادا نہ ہوئی۔ اگر اور نمازیں ظہر سے عشاء تک کلی کے بعد پڑھی ہیں اور یہی عادۃً ظاہر ہے، کیونکہ ظہر وغیرہ کے وقت تو نیا وضو کیا ہی ہوگا، اگرچہ ممکن ہے کہ صبح کا وضو عشاء تک باقی رہے، مگر عادۃً دشوار ضرور ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وضو میں کلی کی ہوگی، اگرچہ وضو میں کلی فرض نہیں، مگر سنت تو ہے۔ بہر حال اگر کلی ہو گئی، غسل ہو گیا، نمازیں اسکی بعد کی ادا ہو گئیں، پھر سے جدید غسل کی حاجت نہیں، نہ کلی میں قصداً ازالہ جنابت کی ضرورت، کہ غسل و وضو میں نیت شرط نہیں، بلکہ اگر بڑے بڑے گھونٹ سے پانی پی لیا کہ منھ کے تمام حصوں پر پانی گزر گیا، جب بھی جنابت دور ہو گئی۔" (فتاوی امجدیہ، ج1، ص11، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کان ناک، ہونٹ وغیرہ میں بالیاں پہننے اور وضو وغسل کا حکم

ریفرنس نمبر:Sar 7298 تاریخ:24-05-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت اور مرد کا کان، ناک میں سوراخ نکلوانا شرعا جائز ہے یا نہیں؟ اور آج کل خصوصاً مغربی ممالک میں بطورِ فیشن لڑکے اور لڑکیاں زبان، ہونٹ، چھاتی، ابرو وغیرہ اعضاء میں سوراخ نکلوا کر بالیاں پہنتے ہیں، تو کیا ان کا یہ عمل شریعت کی نظر میں درست ہے یا نہیں؟ اور وضو و فرض غسل کی صورت میں ان سوراخوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورت کا ناک اور کان میں سوراخ نکلوانا اور اس میں بالی پہننا شرعا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں عورتیں کان چھدواتی (یعنی سوراخ نکلواتی) تھیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں کبھی منع نہ فرمایا اور بہت سے علاقوں بلکہ ملکوں میں عورتیں کان کے ساتھ زینت کے لیے ناک بھی چھدواتی ہیں اور اسلام نے عورتوں کو شرعی حدود و قیود میں رہتے ہوئے زینت اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔ علمائے امت نے اسے جائز قرار دیا ہے، جبکہ مرد کا کان اور ناک میں سوراخ نکلوانا اور اس میں بالی پہننا دونوں عمل شرعا ناجائز و گناہ ہیں، کیونکہ مَردوں کے ناک اور کان چھدوانے (سوراخ نکلوانے) میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مَردوں پر لعنت بھیجی ہے۔

اور عورت کا ناک اور کان کے علاوہ اور مرد کا مطلقا جسم کے کسی بھی حصے مثلاً ابرو، ہونٹ، زبان وغیرہ پر زیور پہننے کے لیے سوراخ نکلوانا شرعا ناجائز، حرام و گناہ ہے، کیونکہ یہ بلا اجازتِ شرعی اللہ عزوجل کی تخلیق کو تبدیل کرنا ہے اور اللہ عزوجل کی تخلیق کو تبدیل کرنا، ناجائز، حرام، اغوائے شیطان و موجبِ لعنت ہے۔

نیز یہ کہ ہونٹ، زبان، ابرو، ناف وغیرہ میں سوراخ نکلوا کر بالیاں ڈالنا زیادہ تر مغربی ممالک میں کفار وفساق مردوں اور عورتوں کا طریقہ ہے، عزت دار مسلمانوں میں ہرگز رائج نہیں ہے اور اسلام نے کفار وفساق کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، لہذا مسلمان مرد و عورت کو ہونٹ، زبان، ابرو، ناف وغیرہ میں سوراخ نکالنا اور ان میں بالی ڈالنا مکروہ و ممنوع ہے۔

وضو و غسل کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر کسی نے سوراخ نکال ہی لیا ہے، تو اب وضو اور غسلِ فرض میں جن اعضاء کو دھونا فرض ہے، ان میں نکالے گئے سوراخوں میں پانی بہانا بھی فرض ہے، اگر اوپر سے پانی بہانے میں خود بخود سوراخوں کے اندر تک پہنچ جائے تو کافی ہے، ورنہ انگلی سے حرکت دے کر پانی پہچانا ضروری ہے اور اگر سوراخ بند ہو جائیں، تو معاف ہے یعنی ان میں پانی

بہانا فرض نہیں۔

عورتوں کے کان چھدوانے کے ثبوت کے بارے میں صحیح بخاری میں ہے:"عن ابن عباس، رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى يوم العيد ركعتين، لم يصل قبلها ولا بعدها، ثم أتى النساء ومعه بلال، فأمرهن بالصدقة، فجعلت المرأة تلقي قرطها"ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید کے روز دو رکعتیں پڑھیں، اس سے پہلے یا بعد کبھی نہیں پڑھی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ نے ان عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، تو عورت اپنے کان سے بالیاں نکال کر (حضرت بلال کے کپڑے) میں ڈالتی تھی۔

(صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب القرط للنساء، ج07، ص158، مطبوعہ دار طوق النجاة)

مذکورہ بالا حدیث کے تحت فتح الباری میں ہے:"واستدل به على جواز ثقب أذن المرأة لتجعل فيها القرط وغيره مما يجوز لهن التزين به"ترجمہ: اور اس روایت سے عورت کے کان میں سوراخ نکالنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے تاکہ وہ ان میں بالیاں اور اس کے علاوہ وہ چیزیں ڈال سکے جو ان کے لیے بطورِ زینت جائز ہے۔

(فتح الباري لابن حجر، ج10، ص221، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت)

فتاوی خانیہ میں ہے:"ولا بأس بثقب أذن الطفل لأنهم كانوا يفعلون ذلك في الجاهلية ولم ينكر عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم"ترجمہ: بچی کے کان میں سوراخ نکالنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ لوگ زمانہ جاہلیت میں یہ عمل کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع نہ فرمایا۔ **(فتاوی قاضی خان، ج03، ص251، مطبوعہ بیروت)**

بحر الرائق اور تبیین الحقائق میں ہے:"وكذا يجوز ثقب أذن البنات الأطفال لأن فيه منفعة الزينة، وكان يفعل ذلك في زمنه عليه الصلاة والسلام إلى يومنا هذا من غير نكير"ترجمہ: اور ایسے ہی چھوٹی بچیوں کے کانوں میں سوراخ نکالنا جائز ہے، کیونکہ اس میں زینت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور یہ عمل نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک بغیر کسی انکار کے جاری وساری ہے۔

(بحر الرائق، ج08، ص554، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی) (تبیین الحقائق، ج06، ص227، مطبوعہ بیروت)

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے:"ولا بأس بثقب اذن البنات الاطفال لانه ايلام لمنفعة الزينة وايصال الالم الى الحيوان لمصلحة تعود اليه جائز كالختان"ترجمہ: بچیوں کے کانوں میں سوراخ کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ زینت کی منفعت کے لیے تکلیف دینا ہے اور جاندار کو کسی ایسی مصلحت کی وجہ سے تکلیف دینا کہ جو مصلحت اس کی طرف لوٹتی ہو، جائز ہے، جیسے ختنہ کرانا۔ **(الاختيار لتعليل المختار، کتاب الکراھیۃ، ج04، ص167، دار الکتب العلمیہ، بیروت)**

ناک میں سوراخ نکالنے کے جواز کے بارے میں ردالمحتار میں ہے:" لا بأس بثقب أذن الطفل من البنات وزاد في الحاوي القدسي: ولا يجوز ثقب آذان البنين....... قلت: إن كان مما يتزين النساء به كما هو في بعض البلاد فهو فيها كثقب القرط وقد نص الشافعية على جوازه "ترجمہ: بچیوں کے کان میں سوراخ کرنے میں حرج نہیں اور حاوی قدسی میں یہ زیادہ کیا کہ لڑکوں کے کانوں میں سوراخ نکالنا جائز نہیں۔ میں (علامہ شامی علیہ الرحمۃ) کہتا ہوں: اگر ناک میں سوراخ نکالنا عورتیں بطورِ زینت کرتی ہیں جیسا کہ بعض شہروں میں رائج ہے، تو وہ کان میں سوراخ نکالنے کی طرح جائز ہے اور اس کے جائز ہونے پر شوافع نے صراحت بیان فرمائی ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج06، ص420، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے:"لڑکیوں کے کان ناک چھیدنا جائز ہے اور بعض لوگ لڑکوں کے بھی کان چھدواتے ہیں اور دُریا (بالی) پہناتے ہیں، یہ ناجائز ہے یعنی کان چھدوانا بھی ناجائز اور اسے زیور پہنانا بھی ناجائز۔"
(بہارشریعت، ج03، ص596، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مَردوں کا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے کے حرام ہونے کے بارے میں صحیح بخاری، جامع ترمذی، سننِ ابی داؤد، سننِ ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال "ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کریں۔
(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء، والمتشبھات بالرجال، ج7، ص159، دار طوق النجاۃ، مصر)

حدیقہ ندیہ میں ہے:" الحكمة في تحريم تشبه الرجل بالمرأة وتشبه المرأة بالرجل انهما مغيرات لخلق اللہ "ترجمہ: مرد وعورت کا باہم تشبہ حرام ہونے کی حکمت یہ ہے کہ وہ دونوں اس میں خدا کی بنائی چیز بدلتے ہیں۔
(الحدیقۃ الندیہ، ج02، ص558، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ)

اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز کو بدلنے کی ممانعت کے بارے میں قرآن میں ہے ﴿وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ ترجمہ کنز الایمان:"(شیطان بولا) قسم ہے میں ضرور بہکادوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں۔
(پارہ 5 سورۃ النساء، آیت 119)

مذکورہ بالا آیت کے تحت شیخ القرآن مفتی محمد قاسم عطاری سلمہ الباری لکھتے ہیں:"شیطان نے ایک بات یہ کہی کہ وہ لوگوں کو حکم دے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ضرور بدلیں گے۔ یاد رہے کہ اللہ عزوجل کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلافِ شرع تبدیلیاں حرام ہیں۔" (تفسیر صراط الجنان، ج02، ص312، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

کتبِ صحاح یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے روایت ہے: واللفظ للبخاری "لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ" ترجمہ: اللہ نے لعنت کی بدن گودنے والیوں اور گودوانے والیوں اور منہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لیے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں پر (کیونکہ یہ سب) اللہ کی بنائی ہوئی چیز بگاڑنے والیاں ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن، ج02، ص878، مطبوعہ، کراچی)

مذکورہ بالا حدیث میں بدن گودنے و گودوانے والیوں پر لعنت کا ذکر ہوا، بدن گودنا یہ ہے کہ جسم کے مختلف اعضاء میں سوئی وغیرہ کے ذریعے سوراخ کیے جائیں، پھر جب خون نکلنا شروع ہو جائے، تو ان میں سرمہ یا نیل وغیرہ ڈال دیا جائے، مذکورہ بالا حدیث میں اللہ عزوجل نے بدن گودنے اور گودوانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی، کیونکہ یہ اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں تغیر کرنا ہے اور مرد یا عورت کا ابرو، ہونٹ اور زبان میں سوراخ کر کے ان میں زیور ڈالنا بھی اس لعنت کی وعید میں داخل ہے، کیونکہ یہ بھی اللہ عزوجل کی بنائی ہوئی چیز میں تغیر کرنا ہے، جیسا کہ علامہ بدرالدین عینی علیہ رحمۃ اللہ الغنی لکھتے ہیں: "ھو غرز إبرۃ أو مسلۃ ونحوھما فی ظھر الکف أو المعصم أو الشفۃ وغیر ذلک من بدن المرأۃ حتی یسیل منہ الدم ثم یحشی ذلک الموضع بکحل أو نورۃ أو نیلۃ.....لقدلعن الشارع من صنعت ذلک من النساء لأن فیہ تغییر الخلقۃ الأصلیۃ" ترجمہ: وشم یہ ہے کہ سوئی یا سُوا وغیرہ کے ذریعے ہاتھوں کی پشت، کلائی، ہونٹ یا اس کے علاوہ عورت کے جسم میں سوراخ کیے جائیں، پھر جب خون بہنا شروع ہو، تو اس جگہ سرمہ، نورہ یا نیل بھر دیا جائے، عورتوں میں سے جس نے یہ کیا شارع نے اس پر لعنت کی، کیونکہ اس میں خلقت اصلیہ کو بدلنا ہے۔

(عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن، ج22، ص97، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الوالی لکھتے ہیں: "(المغیرات) صفۃ للمذکورات جمیعا ومفعولہ (خلق اللہ) والجملۃ کالتعلیل لوجوب اللعن" ترجمہ: (اللہ کی تخلیق کو بدلنے والیاں ہیں) یہ پیچھے سب ذکر کی جانے والیوں کی صفت ہے اور اس کا مفعول (خلق اللہ) ہے اور جملہ لعنت کے واجب ہونے کی علت بیان کرنے کی طرح ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ج08، ص281، مطبوعہ کوئٹہ)

کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من تشبہ بقوم فھو منھم" ترجمہ: جو شخص جس قوم سے مشابہت کرے، تو وہ انہی میں سے ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، ج02، ص203، مطبوعہ لاھور)

کفار یا فساق وفجار سے مشابہت کے ممنوع ہونے کے بارے میں فتاوی رضویہ میں ہے: "یہ لحاظ رکھنا چاہئے کہ عورتوں یا بد وضع آوارہ فاسقوں کی مشابہت نہ پیدا ہو، مثلاً مرد کو چولی دامن میں گوٹا پٹھا ٹانکنا مکروہ ہو گا، اگرچہ چار انگل سے زیادہ نہ ہو کہ وضع خاص فساق بلکہ زنانوں کی ہے۔ علماء فرماتے ہیں اگر کوئی شخص فاسقانہ وضع کے کپڑے یا جوتے سلوائے (جیسے ہمارے زمانے میں نیچری وردی) تو درزی اور موچی کو ان کا سینا مکروہ ہے کہ یہ معصیت پر اعانت ہے، اس سے ثابت ہوا کہ فاسقانہ تراش کے کپڑے یا جوتے پہننا گناہ

ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج22، ص137، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اسی میں ہے: "دربارۂ لباس اصل کلی یہ ہے کہ جو لباس جس جگہ کفار یا مبتدعین یا فساق کی وضع ہے اپنے اختصاص و شعاریت کے مقدار پر مکروہ یا حرام یا بعض صور میں کفر تک ہے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے: "لبس زی الافرنج کفر علی الصحیح" افرنگیوں کا لباس صحیح قول کی بنا پر کفر ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ184، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

بہار شریعت میں ہے: "یہ حدیث ایک اصل کلی ہے۔ لباس و عادات و اطوار میں کن لوگوں سے مشابہت کرنی چاہیے اور کن سے نہیں کرنی چاہیے۔ کفار و فساق و فجار سے مشابہت بُری ہے اور اہل صلاح و تقویٰ کی مشابہت اچھی ہے، پھر اس تشبہ کے بھی درجات ہیں اور انہیں کے اعتبار سے احکام بھی مختلف ہیں۔ کفار و فساق سے تشبہ کا ادنیٰ مرتبہ کراہت ہے، مسلمان اپنے کو ان لوگوں سے ممتاز رکھے کہ پہچانا جاسکے اور غیر مسلم کا شبہ اس پر نہ ہو سکے۔ (بہار شریعت، ج03، ص407، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوراخ میں پانی بہانے کے بارے میں محیط برہانی میں ہے: "وسئل نجم الدين النسفي رحمه الله عن امرأة تغتسل من الجنابة هل تتكلف لإيصال الماء إلى ثقب القرط، قال: إن كان القرط فيه وتعلم أنه لا يصل الماء إليه من غير تحريك فلا بد من التحريك كما في الخاتم۔۔۔۔ إن انضم ذلك بعد نزع القرط وصار بحيث لا يدخل القرط فيه إلا بتكلف لا تتكلف أيضاً" ترجمہ: امام نجم الدین نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے غسلِ جنابت کرنے والی عورت کے متعلق سوال ہوا کہ کیا اُس عورت پر بالی کے سوراخ میں پانی پہنچانا لازم ہے؟ تو آپ علیہ الرحمۃ نے جواب دیا: اگر سوراخ میں بالی موجود ہو اور وہ جانتی ہو کہ بغیر حرکت دیئے سوراخ تک پانی نہیں پہنچے گا، تو پانی پہنچانے کے لیے حرکت دینا لازم ہے، جیسے (تنگ) انگوٹھی کے نیچے پانی پہنچانے کے لیے حرکت دی جاتی ہے، اگر بالی اتارنے کے بعد سوراخ اس طرح مل جائے کہ بالی اس میں داخل نہ ہو سکتی ہو، مگر مشقت کے ساتھ (ہو سکتی ہو) تو عورت پر سوراخ میں پانی پہنچانا لازم نہیں۔ (محیط برھانی، کتاب الطهارة، ج01، ص80، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شرح الوقایہ اور بحر الرائق میں ہے: والفظ للآخر "ويجب تحريك القرط والخاتم الضيقين، ولو لم يكن قرط فدخل الماء الثقب عند مروره أجزأه كالسرة، وإلا أدخله كذا في فتح القدير ولا يتكلف في إدخال شيء سوى الماء من خشب "ترجمہ: بالی اور انگوٹھی تنگ ہو تو انہیں حرکت دینا واجب ہے اور بالی نہ ہو اور پانی خود ہی سوراخ تک پہنچ جائے تو کافی ہے، جیسے ناف میں پانی خود پہنچ جائے تو حرکت دینا لازم نہیں ہے، ورنہ پانی داخل کرے، ایسے ہی فتح القدیر میں ہے اور لکڑی وغیرہ کے ذریعے سوراخ میں پانی داخل کرنے کا پابند نہیں ہے۔

(بحر الرائق، کتاب الطهارة، ج01، ص49، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی)

در مختار میں ہے: "لو خاتمه ضيقا نزعه او حركه وجوبا كقرط ولو لم يكن بثقب اذنه قرط فدخل الماء فى الثقب عند مروره على اذنه اجزأه كسرة واذن دخلهما الماء والا يدخل ادخله ولو باصبعه ولا يتكلف بخشب ونحوه

والمعتبر غلبة ظنه بالوصول" ترجمہ: اگر اس کی انگوٹھی تنگ ہو تو اتار دے یا اسے لازمی طور پر حرکت دے کر پانی پہنچائے، جیسے بالی کا حکم ہے اور اگر اس کے کان کے سوراخ میں بالی نہ ہو، تو پانی کان سے گزرتے وقت سوراخ میں داخل ہو جائے تو کافی ہے، جیسے ناف اور کان میں پانی چلا جائے، تو کافی ہے اور اگر پانی نہ جائے تو پہنچائے، اگرچہ انگلی کے ذریعہ اور وہ لکڑی وغیرہ کے ذریعے تکلف میں نہ پڑے اور اعتبار پانی پہنچنے کا غالب گمان ہو جانا ہے۔" (درمختار مع ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، ج01، ص317، مطبوعہ کوئٹہ)

اسی میں ہے: "لا يجب غسل مافيه حرج كعين وثقب انضم" ترجمہ: جس عضو کو دھونے میں حرج ہو، اسے دھونا واجب نہیں جیسے آنکھ اور وہ سوراخ جو بند ہو چکا ہو۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، ج01، ص314، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے: "نتھ کا سوراخ اگر بند نہ ہو، تو اس میں پانی بہانا فرض ہے، اگر تنگ ہو، تو پانی ڈالنے میں نتھ کو حرکت دے، ورنہ ضروری نہیں۔" (بہار شریعت، ج01، ص289، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اسی میں ہے: "کانوں میں بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا وہی حکم ہے جو ناک میں نتھ کے سوراخ کا حکم وُضو میں بیان ہوا۔"

(بہار شریعت، ج01، ص317، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــه

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدالرب شاکر عطاری مدنی

12شوال المکرم1442ھ24مئی2021ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

سخت سردی کی وجہ سے وضوو غسل کی جگہ تیمم کا حکم

ریفرنس نمبر:Pin 6874

تاریخ:28-12-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ آج کل سردی کا موسم ہے۔ بعض علاقوں میں سردی کی شدت کے ساتھ برف باری بھی ہو رہی ہے، ہمارا علاقہ بھی کئی ماہ تک مسلسل شدید سردی اور برف باری کی لپیٹ میں رہتا ہے اور ٹمپریچر بھی مائنس میں چلا جاتا ہے، بسا اوقات نماز کے لئے وضو یا فرض غسل کرنے میں کافی آزمائش ہو جاتی ہے، کیونکہ پانی بہت ٹھنڈا ہوتا ہے اور اسے گرم کرنے کا کوئی بندوبست بھی نہیں ہو پاتا، تو ایسی صورت میں تیمم کی اجازت ہے یا نہیں؟ ہمارے ہاں کچھ لوگوں کا ذہن بن چکا ہے اور مزید کا بھی بنتا جارہا ہے کہ سردی کی شدت میں تیمم کی اجازت ہونی چاہیے۔ میرا آپ سے سوال یہ ہے کہ اگر سخت سردی ہو، تو کس کیفیت میں تیمم کی اجازت ہے اور کس میں نہیں؟ نیز اگر کوئی شخص سردی کی شدت کی وجہ سے تیمم کرلے، تو وہ دوسروں کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت کا اجمالی جواب یہ ہے کہ فقط سردی یا پانی کا ٹھنڈا ہونا تیمم کرنے کے لئے ہر گز ہر گز عذر نہیں، جس طرح عام دنوں میں نماز کے لئے وضو یا فرض غسل کرنا شرط ہے، یونہی سردی کے موسم میں بھی شرط ہے، وضو و غسل پر قدرت ہونے کے باوجود، بلا اجازتِ شرعی تیمم کرکے نماز پڑھیں گے، تو سخت گنہگار اور عذابِ نار کے حق دار ہوں گے اور وہ نماز بھی ادا نہیں ہوگی، بلکہ اسی طرح ذمہ پر باقی رہے گی، جسے وضو یا غسل کرکے دوبارہ پڑھنا فرض ہوگا، البتہ اگر پانی کے استعمال سے جان جانے یا کوئی عضو ہلاک ہونے یا بیمار ہونے یا بیماری بڑھنے یا پہلے سے بیمار آدمی کے دیر سے اچھا ہونے کا حقیقی خطرہ موجود ہو، تو اس صورت میں تیمم کرنے کی اجازت ہوگی اور تیمم کرکے امامت بھی کر سکتے ہیں۔

اس مسئلہ کی مکمل تفصیل کچھ یوں ہے کہ نماز تمام فرائض میں سے اہم و اعظم فرض ہے، اس کی ادائیگی کے لئے طہارت / پاکی شرط ہے، یعنی بے وضو شخص کا کم از کم وضو اور جس پر غسل فرض ہے، اس کا غسل کرکے نماز پڑھنا فرض ہے اور جب تک کسی بھی طرح سے وضو و غسل کرنا، شریعت کی نظر میں لازم ہو، تب تک نماز کی ادائیگی کے لئے ان کے

بغیر کوئی چارہ کار نہیں، حتی کہ اگر ٹھنڈا پانی نقصان دے اور گرم نہ دے، تو گرم پانی کے ساتھ وضو و غسل کرنا فرض ہے، اگر گرم پانی کی کوئی صورت نہ ہو، مگر ایسا کپڑا یا لحاف موجود ہے، کہ ٹھنڈے پانی سے وضو و غسل کے بعد گرم کپڑے پہن یا اوڑھ کر یا آگ ہے، جسے تاپ کر اپنے آپ کو نقصان سے بچایا جا سکتا ہے، تب بھی تیمم کی اجازت نہیں۔ یونہی کسی عضو پر پانی ڈالنے کی وجہ سے ضَرر ہوتا ہو اور بقیہ اعضاء دھو سکتے ہوں، تو اس عضو پر مسح کرنا اور بقیہ اعضاء پر پانی بہانا فرض ہے۔ الغرض کسی بھی طریقے سے وضو و غسل پر قادر ہونے کی صورت میں نماز کے لئے وضو و غسل کرنا ہی ضروری ہے۔

آج کل دیکھا جائے، تو عموماً گھروں میں گیزر، راڈ یا کم از کم چولہا ضرور موجود ہوتا ہے، جس سے بآسانی پانی گرم کر سکتے ہیں، نیز موٹے بستر، لحاف، ہیٹرز یا آگ بھی موجود ہوتی ہے، نہانے کے بعد جس سے اپنے آپ کو سردی سے بچایا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انتہائی سرد علاقوں میں بھی رہنے والے کثیر افراد جو نماز کی اہمیت جانتے ہیں، وہ نماز کے لئے وضو یا غسل ہی کا اہتمام کرتے ہیں، کیونکہ انہوں نے اس کے لئے پہلے سے بندوبست کیا ہوتا ہے، لہٰذا بقیہ افراد پر بھی لازم ہے کہ وہ وضو و غسل کے لیے مناسب بندوبست کر کے رکھیں، تاکہ نماز جیسی اہم و اعظم عبادت کہیں ضائع نہ ہو۔

بلکہ مسلمانوں کو تو چاہیے کہ وہ زیادہ ثواب کی امید پر سردی میں بھی خوش دلی کے ساتھ وضو و غسل کر کے نماز ادا کریں، اگرچہ اس کے لئے انہیں کچھ زیادہ مشقت برداشت کرنی پڑے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سردی وغیرہ کی مشقت برداشت کر کے وضو کرنا گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی کا باعث ہے اور جس نے سخت سردی میں اچھے طریقے سے وضو کیا، اسے دُگنا ثواب ملے گا، ایک وضو کرنے کا اور دوسرا سردی کی وجہ سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرنے کا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعتِ مطہرہ میں پاکی حاصل کرنے کی ایک صورت تیمم کی بھی ہے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ معمولی مشقت یا محض اپنی سہولت کے پیشِ نظر وضو و غسل جیسے فرض کو چھوڑ کر تیمم کر لیا جائے، کیونکہ تیمم جائز ہونے کی خاص شرائط ہیں، اگر وہ پائی جائیں، تب ہی تیمم کر سکتے ہیں، ورنہ تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں، پڑھیں گے، تو گنہگار ہوں گے اور فرض بھی ذمے پر باقی رہے گا، پس جب اس صورت میں اپنی نماز ہی درست نہیں، تو دوسروں کی اس کے پیچھے کیسے درست ہو سکتی ہے؟

البتہ سخت سردی کی ایک ممکنہ صورت میں شریعتِ مطہرہ نے غسل کے بجائے تیمم کرنے کی اجازت دی ہے اور وہ یہ کہ سردی بہت سخت ہو اور گرم پانی سے غسل کرنے کی کوئی صورت نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسا کپڑا، لحاف یا آگ وغیرہ میسر

ہو کہ جس کے ذریعہ اپنے آپ کو نقصان سے بچا سکیں اور اس سردی میں نہانے کی وجہ سے جان جانے یا بیمار ہونے یا بیماری بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے کا حقیقی خطرہ موجود ہو، تو اس خاص صورت میں قرآنِ کریم کی آیات، احادیثِ طیبہ، فقہی قواعد اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق غسل کے بجائے تیمم کرنے کی اجازت ہے۔ ان شرائط کی موجودگی میں تیمم کرکے پڑھی گئی نماز بلاشبہ درست ہے اور بعد میں اس کا اعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا بھی ضروری نہیں، نیز ایسا شخص اگر امامت کرتا ہے، تو اس کے پیچھے تیمم اور وضو کرنے والے سب افراد کی نماز درست ہوگی، جبکہ وہ اپنی شرائط کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔

لیکن یاد رہے کہ مذکورہ رخصت بالخصوص فرض غسل کے لئے ہے، کیونکہ وضو کے مقابلے میں غسل میں زیادہ مشقت ہوتی ہے، کہ غسل میں پورے جسم پر پانی بہانا ہوتا ہے اور وضو میں فقط چند اعضاء پر اور چند اعضاء پر پانی بہانے کی بنسبت پورے جسم پر پانی بہانا زیادہ مشکل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کئی فقہاء نے سخت / شدید سردی کے باوجود وضو کی جگہ تیمم کرنے کی اجازت نہیں دی، لیکن بہر حال اگر وضو میں بھی غسل جیسا حقیقی عذر موجود ہو، تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق وضو کا حکم بھی غسل جیسا ہی ہوگا، یعنی اس کی جگہ پر بھی تیمم کرنے کی اجازت ہوگی اور بعض برفانی علاقوں میں یہ ضرورت موجود ہو سکتی ہے کہ بعض جگہوں پر گرم پانی دستیاب نہیں ہوتا اور ٹھنڈا پانی اس قدر ٹھنڈا ہوتا ہے کہ اس کی ٹھنڈک برداشت کرنا نہایت تکلیف دہ بلکہ بعض اوقات اعضاء کو شَل کر دیتا ہے، پھر یہ بھی ہے کہ جوانوں کے مقابلے میں بوڑھوں کے لئے اور مَردوں کے مقابلے میں عورتوں کے لئے اور طاقتوروں کے مقابلے میں کمزوروں کے لئے رخصت کی صورت جلد نکل آئے گی۔

نوٹ: لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے طور پر جائز و ناجائز کے فیصلے نہ کریں، بلکہ علمِ دین حاصل کریں اور ماہر علماء و مفتیانِ کرام سے رہنمائی بھی لیتے رہیں۔

سخت سردی میں وضو کرنے سے متعلق احادیث:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”الا ادلکم علی ما یمحو اللہ بہ الخطایا ویرفع بہ الدرجات؟ قالوا: بلی یا رسول اللہ! قال: اسباغ الوضوء علی المکارہ و کثرۃ الخطا الی المساجد و انتظار الصلاۃ بعد الصلاۃ، فذلکم الرباط“ ترجمہ: کیا میں تمہاری ایسی چیز کی طرف رہنمائی نہ کروں کہ جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا اور درجات کو بلند فرماتا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: کیوں نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرمایا: (سردی وغیرہ کی) مشقت برداشت کرکے اچھے طریقے سے وضو کرنا، مساجد کی طرف زیادہ قدم چلنا

اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ پس یہ اعمال تمہارے لئے (نفس و شیطان سے) حفاظت کا ذریعہ ہیں۔

(الصحیح لمسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل اسباغ الوضوء علی المکارہ، ج1، ص127، مطبوعہ کراچی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من اسبغ الوضوء في البرد الشديد، كان له من الاجر كفلان" جس نے سخت سردی میں اچھے طریقے سے وضو کیا، اس کے لئے ثواب کے دو حصے ہیں۔

(المعجم الاوسط، ج5، ص298، مطبوعہ قاھرہ)

شدید سردی میں پیش آنے والی مخصوص صورت میں تیمم جائز ہونے کے دلائل:

قرآن پاک کی آیت: اللہ پاک وضو و غسل کا حکم بیان کرنے کے بعد تیمم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ مِّنْهُؕ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَ لِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ترجمہ: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور ان صورتوں میں پانی (کے استعمال پر قدرت) نہ پاؤ، تو پاک مٹی سے تیمم کر لو، تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس سے مسح کر لو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے، لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے، تاکہ تم شکر ادا کرو۔ (پ6، س المائدہ، آیت6)

حدیثِ پاک: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ ارشاد فرماتے ہیں: "احتلمت في ليلة باردة في غزوة ذات السلاسل، فاشفقت ان اغتسلت ان اهلك فتيممت، ثم صليت باصحابي الصبح، فذكروا ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم، فقال: يا عمرو! صليت باصحابك وانت جنب؟ فاخبرته بالذى منعني من الاغتسال وقلت اني سمعت الله، يقول: ﴿ولا تقتلوا انفسكم ان الله كان بكم رحيما﴾ فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يقل شيئا" ترجمہ: غزوہ ذات السلاسل میں ایک ٹھنڈی رات مجھے احتلام ہو گیا، مجھے خوف لاحق ہوا کہ اگر غسل کروں گا، تو ہلاک ہو جاؤں گا، پس میں نے تیمم کر لیا، پھر اپنے ساتھیوں کو فجر کی نماز پڑھائی۔ انہوں نے سارا معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے عمرو! تم نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا دی ہے، حالانکہ تم جُنبی تھے؟ پس جس چیز نے مجھے غسل کرنے سے روکا، میں نے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کر دی اور کہا: میں نے اللہ پاک کا فرمان سن رکھا ہے، وہ فرماتا ہے: اور اپنی جانوں کو قتل نہ

کرو، بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور مزید کچھ نہ فرمایا۔
(سننِ ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب اذا خاف الجنب البرد ایتیمم، ج 1، ص 60، مطبوعہ لاھور)

اس حدیثِ پاک کے تحت عمدۃ القاری میں ہے: ”وبه علم عدم اعادة الصلاة التي صلاها بالتيمم في هذه الحالة وهو حجة على من يامره بالاعادة ودل ايضا على جواز التيمم لمن يتوقع من استعمال الماء الهلاك، سواء كان للبرد او لغيره، وسواء كان في السفر او في الحضر“ ترجمہ: اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ اس حالت میں تیمم کے ساتھ جو نماز پڑھی، اسے دوبارہ پڑھنا لازم نہیں اور یہ اس کے خلاف دلیل ہے، جو ایسی نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیتا ہے اور اس حدیث میں اس شخص کے لئے تیمم جائز ہونے کی دلیل ہے، جسے پانی کے استعمال کی وجہ سے ہلاکت کا خوف ہو، اب برابر ہے کہ یہ خوف سردی کی وجہ سے ہو یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے اور برابر ہے کہ بندہ سفر میں ہو یا مقیم (بہر صورت تیمم کی اجازت ہو گی)۔ (عمدۃ القاری، ج 4، ص 34، مطبوعہ دار احیاء التراث، بیروت)

فقہی قاعدہ: (1) شریعت کا قاعدہ ہے کہ جہاں ایسی مشقت پائی جائے، جسے شریعت مشقت تسلیم کرتی ہو، تو اس کی وجہ سے بندے کے لئے آسانی پیدا ہو جاتی ہے اور اتنی سخت سردی کہ جس میں جسم پر پانی بہانے کی وجہ سے بندے کی جان جانے یا کوئی عضو ضائع ہونے وغیرہ کا حقیقی خطرہ موجود ہو، تو یقیناً شریعتِ مطہرہ اسے بھی مشقت تسلیم کرتی ہے، لہذا اس کی وجہ سے بھی تیمم والی رخصت و آسانی ملے گی۔

الاشباہ والنظائر میں ہے: ”القاعدة الرابعة: (المشقة تجلب التيسير) والاصل فيها قوله تعالى: ﴿يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر﴾ وقوله تعالى: ﴿وما جعل عليكم في الدين من حرج﴾ وفي حديث: احب الدين الى الله تعالى الحنيفية السمحة“ قال العلماء: يتخرج على هذه القاعدة جميع رخص الشرع وتخفيفاته، واعلم ان اسباب التخفيف في العبادات وغيرها سبعة: ۔۔الثاني: المرض، ورخصه كثيرة: التيمم عند الخوف على نفسه او على عضوه او من زيادة المرض او بطئه“ ترجمہ: چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ مشقت آسانی لاتی ہے، اس کی اصل اللہ پاک کا یہ فرمان ہے ”اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا“ اور مزید یہ فرمان ہے ”اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی“ اور حدیثِ پاک میں ہے: اللہ پاک کے ہاں پسندیدہ دین، دینِ اسلام ہے، جو نرمی و سہولت والا ہے۔ علماء نے فرمایا: اس قاعدے کی بنیاد پر تمام شرعی رخصتیں اور تخفیفات نکلتی ہیں اور جان لو کہ عبادات وغیرہ میں اسبابِ تخفیف سات ہیں۔ اسبابِ تخفیف میں سے دوسرا سبب مرض ہے اور اس کی بہت سی رخصتیں

ہیں۔(ان میں سے ایک) اپنی جان یا عضو کے ہلاک ہونے یا مرض بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے کے خوف سے تیمم کرنا ہے۔ (الاشباہ والنظائر، ج1، ص245تا246، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فقہاء کی تصریحات: سردی کی شدت میں غسل کی جگہ تیمم کرنے کے بارے میں تنویر الابصار مع در مختار میں ہے:"من عجز۔۔عن استعمال الماء۔۔لبعدہ۔۔میلا۔۔او لمرض۔۔او برد یھلک الجنب او یمرضہ ولو فی المصر اذالم تکن لہ اجرۃ حمام ولا مایدفئہ۔۔تیمم"ترجمہ: جو شخص پانی کے ایک میل دور ہونے یا اپنے مرض یا ایسی سردی کی وجہ سے اس کے استعمال سے عاجز ہو، جو جنبی کو ہلاک یا بیمار کردے گی، اگرچہ وہ شہر میں ہو، جبکہ اس کے پاس حمام کی اجرت نہ ہو اور نہ ایسی کوئی چیز ہو جس سے سردی کو دور کر سکے، تو ایسا شخص تیمم کرلے۔

(تنویر الابصار مع درمختار، ج1، ص232تا236، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

"یھلک الجنب" کے تحت فتاوی شامی میں جنبی کے ساتھ بے وضو شخص کے لئے بھی تیمم کا جواز یوں بیان کیا گیا ہے:"قید بالجنب، لان المحدث لا یجوز لہ التیمم للبرد فی الصحیح، خلافا لبعض المشایخ، کما فی الخانیۃ والخلاصۃ وغیرھما وفی المصفی: انہ بالاجماع علی الاصح، قال فی الفتح وکانہ لعدم تحقیق ذلک فی الوضوء عادۃ۔۔اقول:۔۔نعم مفاد التعلیل بعدم تحقیق الضرر فی الوضوء عادۃ انہ لو تحقق جاز فیہ ایضا اتفاقا"ترجمہ: مصنف علیہ الرحمۃ نے جنبی ہونے کی قید لگائی، کیونکہ صحیح قول کے مطابق بے وضو شخص کے لئے سردی کی وجہ سے تیمم کرنا، جائز نہیں، بعض مشائخ کا اس میں اختلاف ہے، جیسا کہ خانیہ اور خلاصہ وغیرہ میں ہے۔اور مصفی میں ہے: اصح قول کے مطابق بالاجماع وضو کے لئے تیمم کی اجازت نہیں۔ فتح القدیر میں فرمایا: کیونکہ وضو میں عادۃً ہلاکت والی صورت متحقق نہیں ہوتی۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: وضو میں عادۃً نقصان متحقق نہ ہونے کے ساتھ علت بیان کرنے کا مفاد یہ ہے کہ اگر وضو میں نقصان متحقق ہو، تو اس کے لئے بھی بالاتفاق تیمم کرنا، جائز ہے۔

(فتاوی شامی، ج1، ص234، مطبوعہ، دار الفکر، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سردی کی وجہ سے جنبی اور بے وضو شخص کے لئے تیمم کا حکم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:"سردی شدید ہے اور حمام نہیں یا اُجرت دینے کو نہیں، نہ پانی گرم کرسکتا ہے، نہ ایسے کپڑے ہیں کہ نہا کر اُن سے گرمی حاصل کرسکے، نہ تاپنے کو الاؤ مل سکتا ہے اور اس سردی میں نہانے سے مرض کا صحیح خوف ہے، تو تیمم کرسکتا ہے، اگرچہ شہر میں ہو"درمختار" سردی کے باعث وضو نہیں چھوڑ سکتا"وھو الصحیح، کما فی الخانیہ

والخلاصة، بل ھو بالاجماع، مصفی "ترجمہ: یہی صحیح ہے، جیسا کہ خانیہ اور خلاصہ میں ہے، بلکہ یہ بالاجماع ہے۔ ہاں! اگر اُس سردی میں وضو سے بھی صحیح خوفِ حدوثِ مرض ہو، جب بھی تیمم کرے، خالی وہم کا اعتبار نہانے میں بھی نہیں، وضو تو وضو۔"

(فتاوی رضویہ، ج3، ص415، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

مزید ایک مقام پر شرعی اجازت ہونے یا نہ ہونے کی صورت میں تیمم کرکے نماز پڑھانے والے شخص کے بارے میں تفصیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "جب تک نہانے سے مضرت نہ ہو، بے صحیح اندیشۂ مضرت کے تیمم سے پڑھے، تو اس (امام) کی خود نماز نہ ہوگی، دوسرے کی اُس کے پیچھے کیا ہو؟ ہاں جسے بالفعل ایسا مرض موجود ہو، جس میں نہانا نقصان دے گا یا نہانے میں کسی مرض کے پیدا ہو جانے کا خوف ہے اور یہ نقصان وخوف اپنے تجربے سے معلوم ہوں یا طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کے بتائے سے، تو اُس وقت اُسے تیمم سے نماز جائز ہوگی اور اب اس کے پیچھے سب مقتدیوں کی نماز صحیح ہے، غرض امام کا تیمم اور مقتدیوں کا پانی سے طہارت سے ہونا صحتِ امامت میں خلل انداز نہیں، ہاں امام نے تیمم ہی بے اجازت شرع کیا ہو، تو آپ ہی نہ اس کی ہوگی، نہ اُس کے پیچھے اوروں کی۔ تنویر میں ہے: "صح اقتداء متوضئ بمتیمم "ترجمہ: تیمم کرنے والے کے پیچھے وضو کرنے والے کی اقتداء کرنا صحیح ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج6، ص638، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

23جمادی الاولی1443ھ/28دسمبر2021ء

مرد و عورت کا حالتِ جنابت میں میت کو غسل دینے کا حکم

مجیب: مولانا عابد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1344

تاریخ اجراء: 29 جمادی الثانی 1445ھ / 12 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مرد یا عورت جنابت کی حالت میں ہوں، تو وہ میت کو غسل دے سکتے ہیں یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر وہاں دوسرے لوگ موجود ہیں تو جنبی غسل نہ دے کہ جنبی کا میت کو غسل دینا مکروہ ہے مگر یہاں مکروہ سے مراد مکروہِ تنزیہی ہے، کیونکہ فقہائے کرام نے اپنی کتب میں اس بات کو بیان کیا ہے، کہ پاکی کی حالت میں میت کو غسل دینا مستحب اور اَولیٰ ہے۔ میت کو پاک کرنے کا مقصد جنبی کے غسل دینے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے لیکن یہ عمل مکروہ تنزیہی ہو گا۔

میت کو غسل دینے کے احکام بیان کرتے ہوئے بدائع الصنائع میں ہے: "الجنس یغسل الجنس فیغسل الذکر الذکر والانثی الانثی۔۔۔سواء کان الغاسل جنبا او حائضا لان المقصود وھو التطھیر حاصل فیجوز "یعنی جنس، جنس کو غسل دے لہٰذا مرد مرد کو غسل دے، عورت عورت کو غسل دے۔ چاہے غسل دینے والا شخص جنبی ہو، حائضہ ہو کیونکہ مقصود حاصل ہو گیا اور وہ میت کی پاکی ہے۔ لہٰذا ان کا غسل دینا بھی جائز ہے۔ (بدائع الصنائع، جلد2، صفحہ318، مطبوعہ: بیروت)

جوہرہ نیرہ میں ہے: "ویکرہ للحائض والنفساء والجنب غسل الموتی فان فعلوا اجزاھم لحصول المقصود الا ان غیرھم اولی منھم "یعنی حیض و نفاس والی عورت اور جنبی کے لیے میت کو غسل دینا مکروہ ہے، لیکن اگر انہوں نے غسل دے دیا تو بھی کافی ہے کیونکہ مقصود حاصل ہو گیا، البتہ ان کے علاوہ دیگر افراد کا غسل دینا، ان کی بہ نسبت بہتر ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ، جلد1، صفحہ257، مطبوعہ: بیروت)

بحر الرائق اور بنایہ میں ہے: واللفظ للبنایۃ "ولو کان الغاسل جنبا۔۔ جاز ولکن یکرہ" یعنی اگر میت کو غسل دینے والا شخص جنبی ہو، تو بھی جائز ہے، لیکن مکروہ ہے۔ (البنایہ، جلد3، صفحہ194، مطبوعہ: بیروت)

حلبۃ المجلی میں ہے: "ویستحب ان یکون الغاسل امینا طاھرا اقرب الناس الی المیت" یعنی مستحب یہ ہے کہ میت کو غسل دینے والا امانت دار، طاہر اور میت کا کوئی قریبی ہو۔ (حلبۃ المجلی، جلد2، صفحہ600، نوریہ رضویہ پبلشنگ، لاہور)

بہار شریعت میں ہے: "نہلانے والا باطہارت ہو، جنب یا حیض والی عورت نے غسل دیا تو کراہت ہے مگر غسل ہو جائے گا۔" (بہار شریعت، جلد1، صفحہ811، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مستعمل پانی سے استنجاء کرنا

مجیب: ابوصدیق محمدابوبکرعطاری

فتوی نمبر:WAT-955

تاریخ اجراء:06محرم الحرام1443ھ /06اگست2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا مستعمل پانی سے استنجاء کر سکتے ہیں؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! مستعمل پانی سے استنجاء کر سکتے ہیں۔ کیونکہ مستعمل پانی اگرچہ وضواور غسل کے قابل نہیں رہتا، مگر یہ ناپاک نہیں ہوتا، جب تک اس میں کوئی نجاست نہ جائے، اس لئے اگر اس میں کوئی نجاست نہیں گئی تو اس سے استنجاء کر سکتے ہیں اور اس سے استنجاء کرنے سے پاکی حاصل ہو جائے گی۔

فتاوی ہندیہ میں ہے "یجوز تطهير النجاسة بالماء وبكل مائع طاهر يمكن إزالتها به۔۔۔ومن المائعات الماء المستعمل "ترجمہ: پانی کے ساتھ نجاست دور کرنا جائز ہے، اسی طرح ہر مائع چیز جس سے نجاست زائل کرنا ممکن ہو، اس سے نجاست دور کرنا جائز ہے، اور مائع چیزوں میں سے ماء مستعمل بھی ہے۔(فتاوی ہندیہ، ج1، ص41، دارالفکر، بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:"راجح و معتمد یہ ہے کہ مکلّف پر جس عضو کا دھونا کسی نجاست حکمیہ مثل حدث وجنابت وانقطاع حیض ونفاس کے سبب بالفعل واجب ہے وہ عضو یا اُس کا کوئی حصّہ اگرچہ ناخن یا ناخن کا کنارہ آبِ غیر کثیر میں کہ نہ جاری ہے نہ دہ در دہ بے ضرورت پڑ جانا پانی کو قابلِ وضو و غسل نہیں رکھتا یعنی پانی مستعمل ہو جاتا ہے کہ خود پاک ہے **اور نجاست حکمیہ سے تطہیر نہیں کر سکتا اگرچہ نجاست حقیقیہ اس سے دھو سکتے ہیں، یہی قول نجیح ورجیح ہے۔**"(فتاوی رضویہ، ج2، ص113، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نابالغ سمجھدار بچہ بغیر ثواب کی نیت کے پانی میں ہاتھ ڈال دے، تو کیا وہ پانی مستعمل ہو جائے گا؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

فتوی نمبر: Nor-12731

تاریخ اجراء: 01 شعبان المعظم 1444ھ / 22 فروری 2023ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر سمجھدار نابالغ بچہ بغیر ثواب کی نیت سے پانی میں اپنا بے دھلا ہاتھ ڈالے، تو کیا پانی مستعمل ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مستعمل پانی سے مراد وہ پانی ہے جسے قربت (نیکی) کے ارادے سے یا پھر حدث دور کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہو، پوچھی گئی صورت میں نہ ہی اس پانی سے حدث دور ہوا کہ بچے پر حدث طاری نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سمجھدار بچے کا مقصود کسی قربت کا حصول تھا، **لہذا پوچھی گئی صورت میں وہ پانی مستعمل نہیں ہو گا۔**

مستعمل پانی کی تعریف تنویر الابصار مع الدر المختار میں یوں مذکور ہے: "ماء استعمل لاجل قربۃ۔۔۔أو لاجل رفع حدث" یعنی مائے مستعمل سے مراد وہ پانی ہے جسے قربت کے حصول یا حدث دور کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہو۔ (درمختار شرح تنویر الابصار، کتاب الطھارت، باب المیاہ، ج 01، ص 386-385، مطبوعہ کوئٹہ، ملخصاً)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ مستعمل پانی کی تعریف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "مائے مستعمل وہ قلیل پانی ہے جس نے یا تو تطہیر نجاست حکمیہ سے کسی واجب کو ساقط کیا یعنی انسان کے کسی ایسے پارہ جسم کو مس کیا جس کی تطہیر وضو یا غسل سے بالفعل لازم تھی یا ظاہر بدن پر اُس کا استعمال خود کار ثواب تھا اور استعمال کرنے والے نے اپنے بدن پر اُسی امر ثواب کی نیت سے استعمال کیا اور یوں اسقاط واجب تطہیر یا اقامت قربت کر کے عضو سے جُدا ہوا اگرچہ ہنوز کسی جگہ مستقر نہ ہوا بلکہ روانی میں ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج 02، ص 43، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نابالغ سمجھدار بچہ اگر ثواب کی نیت کرے تو پانی مستعمل ہوگا ورنہ نہیں۔ جیسا کہ علامہ شامی علیہ الرحمہ فتاوی شامی میں اس کے متعلق نقل فرماتے ہیں: "اذا توضأ یرید به التطهیر کما فی الخانیة۔۔۔ **وظاهره انه لولم یرد به ذلک لم یصر مستعملاً**۔" یعنی سمجھدار بچہ اگر پاکی حاصل کرنے کے ارادے سے وضو کرے (تو پانی مستعمل ہو جائے گا) جیسا کہ خانیہ میں مذکور ہے۔۔۔ اور اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ اگر وہ اس سے پاکی حاصل کرنے کا ارادہ نہ کرے تو پانی مستعمل نہ ہوگا۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطہارت، باب المیاہ، ج 01، ص 386، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً)

فتاوی رضویہ میں ہے: "نابالغ اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو جبکہ آثار بلوغ مثل احتلام و حیض ہنوز شروع نہ ہوئے ہوں اس کا پاک بدن جس پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو اگرچہ تمام و کمال آب قلیل میں ڈوب جائے اسے قابلیت وضوو غسل سے خارج نہ کرے گا لعدم الحدث اگرچہ بحال احتمال نجاست جیسے ناسمجھ بچوں میں ہے، بچنا افضل ہے۔ ہاں بہ نیت قربت سمجھ وال بچہ سے واقع ہو تو مستعمل کر دے گا۔" (فتاوی رضویہ، ج 02، ص 114، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

احتلام ہونے کا وقت معلوم نہ ہو اور نشان دیکھے تو کب سے غسل فرض ہونے کے احکام جاری ہوں گے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13146

تاریخ اجراء: 13 جمادی الاولی 1445ھ/28 نومبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے نمازِ فجر کے بعد کچھ آرام کیا یعنی سو گیا اور پھر انہی کپڑوں میں آفس چلا گیا۔ نمازِ ظہر سے پہلے اُس نے اپنے کپڑوں پر منی کے نشانات دیکھے۔ اب یہ نشانات کب کے لگے ہیں؟ زید کو اس کا کچھ علم نہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ زید نے انہی کپڑوں میں جو نمازِ فجر ادا کی ہے تو کیا اُس کی وہ نمازِ فجر درست ادا ہو گئی یا اُس نماز کو دوبارہ ادا کرنا ہو گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر کوئی شخص اپنے کپڑوں پر منی کے نشانات دیکھے، لیکن یہ نشانات کب لگے؟ اس بارے میں اُسے یقینی معلومات نہ ہوں تو فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اُسے آخری نیند کی طرف لوٹایا جائے گا اور اُس کے بعد کی نمازوں کا اعادہ ہو گا۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں زید کی نمازِ فجر درست ادا ہوئی ہے، اُسے لوٹانے کی حاجت نہیں۔

احتلام کب ہوا؟ اس کا یقینی علم نہ ہونے کی صورت میں آخری نیند سے نمازوں کو لوٹایا جائے گا۔ جیسا کہ درِ مختار، بحر الرائق، تبیین الحقائق، محیطِ برہانی اور غمز العیون وغیرہ کتبِ فقہیہ میں ہے: "والنظم للاول" **وجد في ثوبه منيا أو** بولا أو دما **أعاد من آخر احتلام** وبول ورعاف "یعنی جس نے اپنے کپڑوں میں منی یا پیشاب یا خون پایا تو وہ آخری احتلام یا پیشاب یا نکسیر پھوٹنے کے بعد پڑھی گئی نمازوں کو لوٹائے۔

مذکورہ بالا عبارت کے تحت رد المحتار میں ہے: "(قوله أعاد من آخر احتلام إلخ) لف ونشر مرتب. وفي **بعض النسخ من آخر نوم وهو المراد بالاحتلام؛ لأن النوم سببه** كما نقله في البحر "یعنی یہ لف ونشر

مرتب ہے، یہاں بعض نسخوں میں آخری نیند کا ذکر ہے اور اس نیند سے بھی احتلام ہی مراد ہے کیونکہ نیند احتلام کا سبب ہے جیسا کہ بحر میں منقول ہے۔(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطهارة، ج 01، ص 220، مطبوعه بیروت)

حاشیہ طحطاوی علی الدر میں اسی عبارت کے تحت مذکور ہے:"(قوله أعاد من آخر احتلام) ای او جماع کذا فی البدائع و مراده بالاحتلام النوم لانه سببه بدلیل ما نقله فی المحیط عن ابن رستم انه یعید من آخر نومة نامها فیه اھ بحر و فی الشرح لف و نشر مرتب "یعنی آخری احتلام یا جماع کے بعد سے نمازوں کو لوٹائے جیسا کہ بدائع میں مذکور ہے۔ یہاں احتلام سے مراد نیند ہے کیونکہ وہی احتلام کا سبب ہے اس پر دلیل محیط میں ابن رستم علیہ الرحمہ سے منقول جزئیہ ہے کہ وہ آخری نیند سے نمازوں کو لوٹائے "بحر"۔"اور شرح میں لف و نشر مرتب ہے۔
(حاشیة الطحطاوی علی الدر، کتاب الطهارة، ج 01، ص 119، مطبوعه کوئٹه)

بنایہ شرح ہدایہ اور الجوہرۃ میں ہے:"والنظم للاول" وذكر ابن رستم في "نوادره" أن من وجد منيا في ثوبه أعاد من آخر نومة نامها فيه للشك فيما قبله، ذكره في "المحيط""یعنی ابنِ رستم علیہ الرحمہ نے اپنی نوادر میں ذکر کیا کہ جس شخص نے اپنے کپڑوں پر منی پائی تو وہ آخری نیند سے نمازوں کو لوٹائے کہ اس سے پہلے احتلام ہونے میں شک ہے (اور شک پر مسائل کی بنا نہیں رکھی جاتی)۔ محیط میں اسے ذکر کیا۔(البنایة فی شرح الهدایة، کتاب الطهارة، ج 01، ص 463، مطبوعه بیروت)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

احتلام والے کپڑے پہن کر غسل کرنا کیسا؟

مجیب: ابومحمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor:12598

تاریخ اجراء: 20 جمادی الاولی 1444ھ/15 دسمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن کپڑوں میں احتلام ہوا، ان ہی کپڑوں کو پہنے ہوئے غسل کر لیا، تو کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جن کپڑوں میں احتلام کے ساتھ غسل فرض ہوا ان ہی کپڑوں کو پہن کر غسل کیا اور اتنا پانی بہایا جس سے غالب گمان ہو گیا کہ پانی کپڑے اور بدن پر لگنے والی نجاستِ حقیقیہ (یعنی منی) کو بہا کر لے گیا ہو گا، تو اس صورت میں کپڑے اور بدن نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہو گئے اور غسل کرتے ہوئے مکمل احتیاط کے ساتھ اس کے تمام فرائض (یعنی کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا اور ظاہر بدن پر اس طرح پانی بہانا کہ بال برابر بھی کوئی جگہ خشک باقی نہ رہے) صحیح طور پر ادا کئے، تو غسل ادا ہو گیا اور بدن نجاستِ حکمیہ (یعنی جنابت) سے بھی پاک ہو گیا۔

فتح القدیر میں ہے: ”قال ابو یوسف فی ازار الحمام اذا صب علیه ماء کثیر و هو علیه یطهر بلا عصر“ یعنی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے حمام کے ازار کے متعلق فرمایا: جب اس پر کثیر پانی بہا دیا جائے اس حال میں کہ وہ ازار اس نے پہنا ہو، تو بغیر نچوڑے پاک ہو جائے گا۔ (فتح القدیر، جلد 1، صفحہ 210، مطبوعہ: بیروت)

البحر الرائق میں ہے: ”إذا صب الماء علی الثوب النجس إن أكثر الصب بحيث يخرج ما أصاب الثوب من الماء و خلفه غيره ثلاثا فقد طهر“ یعنی جب ناپاک کپڑے پر پانی بہا دیا گیا، تو اگر پانی کا بہنا کثیر ہو اس طرح سے کہ کپڑے کو جو ناپاک پانی لگا ہو تین بار اس کو نکال دے اور اس کی جگہ دوسرا پانی آ جائے، تو کپڑا پاک ہو جائے گا۔ (البحر الرائق، جلد 1، صفحہ 412، مطبوعہ: کوئٹہ)

البحر الرائق میں ہے: ”ولا یخفی أن الإزار المذکور إن کان متنجسا فقد جعلوا الصب الکثیر بحیث یخرج ما أصاب الثوب من الماء ویخلفه غیرہ ثلاثا قائما مقام العصر کما قدمناہ عن السراج فحینئذ لا فرق بین إزار الحمام وغیرہ“ یعنی مخفی نہیں کہ ازارِ مذکور اگر نجس ہو، تو فقہاء نے کثیر پانی اس طرح کہ کپڑے کو جو ناپاک پانی لگا ہو تین بار اس کو نکال دے اور اس کی جگہ دوسرا پانی آ جائے، بہانے کو نچوڑنے کے قائم مقام قرار دیا ہے جیسا کہ ہم نے ماقبل میں سراج سے بیان کیا، تو اس مسئلے میں ازارِ حمام اور اس کے علاوہ میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔(البحر الرائق، جلد1، صفحہ413، مطبوعہ: کوئٹہ)

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ بحر میں اور علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ رد المحتار میں فرماتے ہیں: ”لأن الجریان بمنزلة التکرار والعصر والمعتبر غلبة الظن هو الصحیح“ یعنی اس وجہ سے کہ (کثیر) پانی کا بہنا تکرار اور نچوڑنے کے مرتبہ میں ہے اور اعتبار ظنِ غالب کا ہے، یہ قول صحیح ہے۔(البحر الرائق، جلد1، صفحہ412، مطبوعہ: کوئٹہ)

فقیہِ ملت مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”نجس کپڑا پہن کر غسل کرنے کے بارے میں حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر غسل کرنے والے نے اپنے کپڑے پر بہت پانی ڈالا تو وہ پاک ہو جائے گا اور جب کپڑا پاک ہو جائے، تو وہ صحتِ غسل کو مانع نہ ہوگا۔۔۔اس لئے غسل میں بہت زیادہ پانی ڈالنا یقیناً تین بار دھونے اور اور نچوڑنے کے قائم مقام ہو جائے گا“ (ملتقط از فتاوی فیض الرسول، جلد1، صفحہ166، شبیر برادرز، لاھور)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ غسل کے فرائض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”غسل میں تین فرض ہیں۔(1) کلی: کہ مونھ کے ہر پرزے، گوشے، ہونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہہ جائے ۔۔۔(2) ناک میں پانی ڈالنا یعنی دونوں نتھنوں کا جہاں تک نرم جگہ ہے دھلنا کہ پانی سونگھ کر اوپر چڑھائے، بال برابر جگہ بھی دھلنے سے رہ نہ جائے ورنہ غسل نہ ہوگا۔۔۔(3) تمام ظاہر بدن یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلوؤں تک جسم کے ہر پرزے، ہر رونگٹے پر پانی بہ جانا“ (بہارِ شریعت، جلد1، حصہ2، صفحہ316-317، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

تنبیہ:

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ غسل کرنے میں بے احتیاطی اختیار کرتے ہیں، جبکہ غسل کرنے اور بالخصوص ناپاک کپڑے پہن کر غسل کرنے میں انتہائی احتیاط کی حاجت ہے، اگر بے احتیاطی اختیار کی اور اتنا کثیر پانی نہ بہایا جو

نجاست کو بہا کر لے جانے والا ہو، تو بدن اور کپڑے پاک نہ ہوں گے، بلکہ اس طرح کی بے احتیاطی سے کپڑے اور بدن کا وہ حصہ بھی ناپاک ہو جائے گا جہاں یہ نجاست سے لگنے والا پانی پہنچا۔اسی طرح کپڑے پہنے ہوئے غسل کرنے میں غسل کے فرائض ادا کرنے میں بھی نہایت احتیاط ضروری ہے کہ کپڑا پہنے ہونے کی حالت میں بھی عام حالت کی طرح ظاہر بدن کے ہر حصہ اور ہر گوشہ میں پانی بہایا جائے، اگر احتیاط نہیں کی گئی اور ظاہر بدن کی بال برابر بھی کوئی جگہ پانی بہنے سے رہ گئی، تو غسل ادا نہ ہو گا۔

ناپاک کپڑا پہن کر غسل کرنے پر تنبیہ کرتے ہوئے مفتی جلال الدین امجدی رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لوگ عموماً بہت زیادہ پانی نہیں ڈالتے، جس سے نجاست اور پھیل جاتی بلکہ ہاتھ میں نجاست لگ جاتی ہے، پھر بے احتیاطی سے سارا بدن یہاں تک برتن بھی نجس ہو جاتا،اس لئے پاک ہی کپڑا پہن کر غسل کرنا چاہئے'' (فتاوی فیض الرسول، جلد 1، صفحہ166، شبیر برادرز، لاھور)

فتاوی مصطفویہ میں ہے: ''(تہبند باندھ کر غسل کرنے کی صورت میں)احتیاط کریں سارے جسم پر پانی بہہ جائے، اس طرح تہبند جسم سے علیحدہ کر کے پانی ڈالیں'' (فتاوی مصطفویہ، صفحہ137، شبیر برادرز، لاھور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دلہن نے مہنگا میک اپ کیا ہوا ور وضو ٹوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1373

تاریخ اجراء: 27جمادی الثانی1445ھ/10جنوری2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی دلہن کا میک اپ کروانے کے بعد وضو ٹوٹ جائے، تو اس کے لیے کیا حکم ہو گا؟ میک اپ 30 سے 35 ہزار اور کوئی کوئی 60 سے 70 ہزار تک کا ہوتا ہے، تو کیا وضو کے لئے چہرہ وغیرہ اعضائے وضو دھونا لازم ہوں گے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

میک اپ کتنا ہی مہنگا کیوں نہ ہو اس کی وجہ سے وضو کرنے کا حکم ختم نہیں ہوتا، دلہن پر بدستور وضو کر کے ہی نماز پڑھنا شرعاً فرض رہے گا کیونکہ میک اپ کا خراب ہو جانا ایسا عذر نہیں ہے جس کے سبب تیمم کرنا جائز ہو۔ دلہن کا وضو ٹوٹ جائے اور فرض نماز کا وقت ختم ہو رہا ہو تو وضو کر کے ہی نماز پڑھنا فرض ہے۔ البتہ ممکنہ صورت میں یہ ہو سکتا ہے کہ دلہن باوضو ہو کر میک اپ کروائے اور پھر اس وضو کو برقرار رکھے تاکہ نمازوں کے اوقات میں اس کو وضو نہ کرنا پڑے، یوں یہ باوضو حالت میں نماز بھی پڑھ لے گی اور میک اپ پر بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تاہم اگر باوضو ہو کر میک اپ تو کر لیا لیکن میک اپ کے بعد دوبارہ وضو کی حاجت پیش آئی تو اب نماز کے لئے دوبارہ وضو کرنا ضروری ہو گا، فقط میک اپ کے خراب ہو جانے کے سبب تیمم نہیں کر سکتی۔ نیز اگر میک اپ واٹر پروف ہے یا تہہ والا ہے جو پانی کھال تک پہنچنے سے رکاوٹ بنے گا تو میک اپ ختم کروا کر ہی وضو کرنا ہو گا اوپر سے وضو کرنے سے وضو نہ ہو گا۔

تنبیہ: شادی بیاہ اور اس طرح کے دیگر مواقع پر بعض عورتیں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ میک اپ خراب ہونے کے ڈر سے یا سستی کے باعث نمازیں قضا کر دیتی ہیں۔ یاد رہے! کہ بلاوجہِ شرعی کسی ایک وقت کی نماز بھی قضا کر دینا سخت ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ لہٰذا ایسی اسلامی بہنوں کو چاہیئے کہ اللہ عزوجل کے قہر و غضب سے ڈرتے ہوئے ان مواقع پر بھی اپنی نمازوں کا خاص خیال رکھیں۔

قصداً نماز قضا کر دینے سے متعلق "کنز العمال" کی حدیث شریف میں ہے کہ حضور جانِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من ترک الصلاۃ متعمداً کتب اسمه علی باب النار ممن یدخلھا" ترجمہ: جس نے قصداً نماز چھوڑی تو اس کا نام جہنم کے اس دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے جس سے وہ جہنم میں داخل ہو گا۔ (العیاذ باللہ)

(کنز العمال، جلد 7، صفحہ 325، الحدیث: 19090، موسسۃ الرسالۃ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا غیر ضروری بال صاف کرنے کے لیے استرہ استعمال کرنا

مجیب: مفتی ابوالحسن محمد ھاشم خان عطاری

فتوی نمبر: 37

تاریخ اجراء: 17 رجب المرجب 1435ھ 17 اپریل 2014ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ عورتیں اپنے غیر ضروری بال استرے یا اس کے علاوہ لوہے کی کسی اور چیز سے صاف کر سکتی ہیں یا نہیں؟ بعض عورتیں اس بارے میں سخت وعیدیں سناتی ہیں کہ اس طرح کرنے والی کا جنازہ نہیں اٹھے گا۔ کیا یہ درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے لئے بھی اپنے غیر ضروری بال استرے یا اس کے علاوہ لوہے وغیرہ کی کسی چیز سے صاف کرنا جائز ہے۔ شریعت مطہرہ کو مقصود یہاں کی صفائی ہے وہ کسی بھی چیز سے حاصل ہو جائے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے "قال: "الفطرة خمس اوخمس من الفطرة الختان، والاستحداد، وتقليم الاظفار، ونتف الابط، وقص الشارب" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "پانچ چیزیں فطرت ہیں یا پانچ چیزیں فطرت سے ہیں عانہ کی صفائی کرنا، ناخن کاٹنا، بغل کی صفائی کرنا اور مونچھیں چھوٹی کرنا۔ (صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 221، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اس حدیث پاک کی شرح میں المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج میں ہے: "الاستحداد فهو حلق العانة سمي استحدادا لاستعمال الحديدة وهي الموسى وهو سنة والمراد به نظافة ذلك الموضع والافضل فيه الحلق ويجوز بالقص والنتف والنورة والمراد بالعانة الشعر الذي فوق ذكر الرجل وحواليه وكذاك الشعر الذي حوالي فرج المراة" ترجمہ: استحداد سے مراد عانہ کی صفائی ہے استحداد کا نام اس لئے دیا گیا کہ اس میں لوہا یعنی استرہ استعمال کیا جاتا ہے اور وہ سنت ہے اور اس سے مراد اس جگہ کی صفائی ہے اور اس میں افضل حلق کرنا ہے اور بال چھوٹے کرنے، اکھیڑنے اور نورہ لگانے کے ساتھ جائز ہے اور عانہ سے مراد وہ بال ہیں جو مرد کے

ذکر کے اوپر اور اس کے ارد گرد ہوتے ہیں اور اسی طرح وہ بال مراد ہیں جو عورت کی فرج کے گرد ہوتے ہیں۔(المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، کتاب الطھارۃ، جلد3، صفحہ148، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں ہے: "الاستحداد ای حلق العانۃ وہو استفعال من الحدید وہو استعمال الحدید من نحو الموسی فی حلق العانۃ ذی الشعر الذی حوالی ذکر الرجل وفرج المراۃ" ترجمہ: استحداد یعنی عانہ کی صفائی کرنا اور وہ لوہے سے کام کرنا ہے اور وہ لوہا استعمال کرنا ہے جیسے عانہ کے وہ بال جو مرد کے ذکر اور عورت کی فرج کے گرد ہوتے ان کی صفائی میں استرہ استعمال کرنا۔(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد7، صفحہ2814، دار الفکر، بیروت)

اسی طرح کے ایک سوال "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد اگر اپنے زیر ناف کے بال مقراض سے تراشے یا عورت استرہ لے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ)" کا جواب دیتے ہوئے امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں: "حلق و قصر و نتف و تنور یعنی مونڈنا، کترنا، اکھیڑنا، نورہ لگانا سب صورتیں جائز ہیں کہ مقصود اس موضع کا پاک کرنا ہے اور وہ سب طریقوں میں حاصل۔ فی صحیح مسلم ابن الحجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال قال الفطرۃ خمس او خمس من الفطرۃ الختان والاستحداد و تقلیم الاظفار و نتف الابط و قص الشارب، قال الشارح النووی واما الاستحداد فھو حلق العانۃ وھو سنۃ والمراد بہ نظافۃ ذٰلک الموضع، انتھی ملخصا وبمثلہ قال الغزالی فی احیائہ وغیرہ فی غیرہ" ترجمہ: صحیح مسلم بن الحجاج میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا امور فطرت پانچ ہیں۔ یا یوں فرمایا پانچ کام فطرت میں سے ہیں: (1) ختنہ کرنا (2) زیر ناف کے بال مونڈنا (3) ناخن کاٹنا (4) بغلوں کے بال اکھیڑنا اور (5) مونچھیں کترنا، شارح صحیح مسلم امام نووی نے فرمایا رہا استحداد تو وہ مقام ستر کے بال مونڈنے ہیں اور وہ عمل سنت ہے اور اس عمل سے اس جگہ کی طہارت مقصود ہے (تلخیص پوری ہوگئی) امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے احیاء علوم الدین میں اور دوسروں نے دوسری کتابوں میں اس طرح صراحت فرمائی ہے۔ مگر حلق مرد میں بہ نسبت قصر و نتف و تنور کے افضل ہے کہ احادیث خصال و عامہ کتب فقہ میں اس خصلت کا ذکر بلفظ حلق و استحداد وغیرہ۔" قال النووی والافضل فیہ الحلق ویجوز بالقص والنتف والنورۃ وفی الفتاوی الھندیۃ الافضل ان یقلم اظفارہ ویحلق عانتہ انتھی مختصر" ترجمہ: امام نووی نے فرمایا کہ زیر ناف بال ہٹانے کے لئے زیادہ بہتر عمل

مونڈنا ہے البتہ کترنا، اکھیڑنا اور چونا وغیرہ لگانا بھی جائز ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ناخن کاٹے جائیں اور زیر ناف بال مونڈے جائیں۔

اور عورت کے لئے بعض علماء نے نتف (اکھاڑنا) حلق (مونڈنا) سے افضل قرار دیا اور بعض علماء نے بالعکس ملا علی قاری مرقاۃ میں پہلا مذہب اختیار کرتے ہیں۔ اور حدیث صحیحین میں وارد: "حتی تستحد المغیبة" (یہاں تک کہ زیر ناف بال صاف کرے) اشعۃ اللمعات میں علامہ تورپشتی سے نقل کیا یہاں استحداد سے بال دور کرنا مراد ہے نہ کہ خاص استعمال قدسی ابن عربی محاکمہ کرتے ہیں کہ نوجوان عورت کو احتراز مناسب اور عمر رسیدہ کو مضرت نہیں۔ اور نتف ایام ضعف میں باعث استر خائے فرج تو میانہ کو اس سے بچنا زیبا اور نوجوان میں بوجہ شباب قوت پر احتمال نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ600-601، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اور بعض عورتیں اس پر جو وعیدیں سناتی ہیں کہ استرہ اور لوہے کی چیز سے بال کٹوانے والی کا جنازہ نہیں اٹھتا، محض بے اصل اور احمقانہ بات ہے، ایسی باتوں سے احتراز چاہیے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

غسل کے تیمم کا طریقہ

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2538

تاریخ اجراء: 25 شعبان المعظم 1445ھ / 07 مارچ 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی پر غسل فرض ہو اور اسے پانی نہ ہونے یا کسی دوسری شرعی وجہ سے تیمم کرنا پڑے تو اس کا کیا طریقہ ہوگا؟ کیا غسل کے تیمم میں غسل کے طریقے پر ہی تیمم کیا جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو طریقہ وضو کے تیمم کا ہے، وہی طریقہ غسل کے تیمم کا ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ: پاکی حاصل کرنے کی نیت کے ساتھ، دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ (کھلی) کرکے کسی ایسی چیز پر جو زمین کی قِسم سے (جیسے پتھر، چونا، مٹی، اینٹ وغیرہ) ہو مار کر لوٹ لیں (یعنی آگے بڑھائیں اور پیچھے لائیں) اگر زیادہ گرد لگ جائے تو جھاڑ لیں اور اس سے سارے منہ کا مسح کریں۔ پھر دوسری بار اسی طرح ہاتھ زمین پر مار کر دونوں ہاتھوں کا ناخنوں سے لے کر کہنیوں سمیت مسح کرلیں۔

مسح کرنے میں اس بات کا خیال رہے کہ مسح اس طرح کیا جائے کہ منہ اور ہاتھوں کا کوئی حصہ باقی نہ رہ جائے، اگر بال برابر بھی کوئی جگہ باقی رہ گئی تو تیمم نہیں ہوگا۔

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے: ”والتیمم من الجنابۃ والحدث سواء یعنی فعلاً ونیۃً، وعند ابی بکر الرازی: لا بد من نیۃ التمییز ان کان للحدث نوی رفع الحدث، وان کان للجنابۃ نوی رفع الجنابۃ۔ والصحیح: أنہ لا یحتاج الی نیۃ التمییز، بل اذا نوی الطہارۃ أو استباحۃ الصلاۃ أجزأہ وکذا التیمم للحیض والنفاس“ ترجمہ: جنابت اور حدث کا تیمم طریقے اور نیت دونوں اعتبار سے برابر ہے۔ اور ابو بکر رازی کے نزدیک نیتِ تمییز ضروری ہے، یعنی اگر حدث کیلئے تیمم ہو تو حدث کو دور کرنے کی نیت کرے اور اگر جنابت کیلئے تیمم ہو تو جنابت کو دور کرنے کی نیت کرے، اور صحیح یہ ہے کہ نیت تمییز کی حاجت نہیں، بلکہ اگر مطلقاً طہارت کی نیت کی یا نماز کو

جائز کرنے کی نیت کی تو یہ کافی ہے، یونہی حیض و نفاس کے تیمم کا معاملہ ہے۔(الجوھرۃ النیرۃ، جلد1، صفحہ69، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بہار شریعت میں ہے ”تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے کسی ایسی چیز پر جو زمین کی قسم سے ہو مار کر لوٹ لیں اور زِیادہ گرد لگ جائے تو جھاڑ لیں اور اس سے سارے مونھ کا مسح کریں پھر دوسری مرتبہ یوہیں کریں اور دونوں ہاتھوں کا ناخن سے کہنیوں سمیت مسح کریں۔ وضو اور غسل دونوں کا تیمم ایک ہی طرح ہے۔“(بہار شریعت، جلد1، حصہ2، صفحہ353، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

غسل میں ناخنوں کے نیچے والے حصے کو دھونے کا حکم

ریفرنس نمبر: Nor.8926
تاریخ: 05.09.2018

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ناخنوں کو بڑھے ہوئے چالیس سے زائد دن نہیں ہوئے، تو کیا فرض غسل کے لیے ان ناخنوں کے نیچے پانی بہانا ضروری ہے؟ اور اگر چالیس دن سے زیادہ دن ہو گئے، تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ناخنوں کو بڑھے ہوئے چالیس دن سے کم عرصہ ہوا ہو یا زیادہ، اگران میں میل نہ ہو تو فرض غسل کرتے ہوئے ان کے نیچے پانی بہانا ضروری ہے اور اگر ان میں میل ہو، تو میل کو نکالنا ضروری نہیں، اس کے اوپر سے پانی بہہ جائے، تب بھی غسل ہو جائے گا۔

فتح القدیر میں ہے: "یجب ایصال الماء الی ما تحتہ ان طال الظفر "یعنی اگر ناخن بڑھے ہوئے ہوں تو ان کے نیچے پانی بہانا واجب ہے۔ (فتح القدیر ج1، ص13 مطبوعہ کوئٹہ)

قاضی خان میں ہے کہ: "واجمعوا علی ان الدرن لا یمنع تمام الغسل والوضوء لانہ یتولد من ذلک الموضع "یعنی فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جسم کا میل وضو اور غسل سے مانع نہیں کیونکہ یہ جسم کے اسی حصے سے بنتی ہے جہاں لگی ہو۔ (قاضی خان، ج1، ص38، مطبوعہ کراچی)

درمختار میں ہے کہ: " ولا یمنع الطھارۃ ونیم ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ وحناء ولو جرمہ بہ یفتی ودرن وسخ وتراب وطین ولو فی ظفر مطلقاًقرویا اومدنیاًفی الاصح "یعنی طہارت سے مانع نہیں ہے مچھر اور مکھی کی بیٹ جو جسم تک پانی کو پہنچنے نہ دے اور مہندی اگرچہ جرم دار ہو، اسی پر فتویٰ ہے۔ مٹی اور میل مطلقاً شہری کے ہو یا دیہاتی کے اگرچہ ناخوں میں ہو۔ (درمختار ج1، ص316، مطبوعہ کوئٹہ)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فتاویٰ رضویہ میں جن اعضاء کو وضو میں دھونا ضروری ہے، ان کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **"دسوں ناخنوں کے اندر جو جگہ خالی ہے ہاں میل کا ڈر نہیں"**۔۔ کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ "ظاہر ہے کہ وضو میں جس جس عضو کا دھونا فرض ہے، غسل میں بھی فرض ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج1، حصہ ب، ص598،602، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

بہار شریعت میں ہے کہ "جس چیز کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اس کی نگہداشت واحتیاط میں حرج ہو، ناخنوں کے اندر یا اوپر یا اور کسی دھونے کی جگہ پر اس کے لگے رہ جانے سے اگرچہ جرم دار ہو، اگرچہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچے، اگرچہ سخت چیز ہو وضو ہو جائے گا۔ جیسے پکانے گوندھنے والوں کے لئے آٹا، رنگریز کے لئے رنگ کا جرم، عورتوں کے لئے مہندی کا جرم، لکھنے والوں کے لئے روشنائی کا جرم، مزدور کے لئے گارا مٹی، عام لوگوں کے لئے کوئے یا پلک میں سرمہ اسی طرح بدن کا میل، مٹی، غبار، مکھی، مچھر کی بیٹ وغیرہ۔"

(بھارشریعت ج1ص292، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واضح رہے کہ چالیس روز سے زیادہ ناخن یا موئے بغل یا موئے زیر ناف رکھنے کی اجازت نہیں۔ چالیس روز کے بعد گناہ گار ہوں گے۔ ایک آدھ بار میں گناہ صغیرہ ہو گا، عادت ڈالنے سے کبیرہ ہو جائے گا۔

(مستفاد از فتاوی رضویہ جلد22 صفحہ678)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

24ذوالحجۃ الحرام1439ھ/05ستمبر2018ء

کاغذ سے استنجا کرنے کا حکم

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1121

تاریخ اجراء: 11 ربیع الثانی 1445ھ/27 اکتوبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا کاغذ سے استنجاء کرنا، جائز ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

کاغذ اگرچہ سادہ ہو تب بھی اس سے استنجاء کرنا مکروہ و ممنوع ہے، البتہ ٹوائلٹ پیپر سے استنجاء کرنے کی اجازت ہے۔

در مختار میں ہے: "(وکرہ) تحریما (بعظم وطعام وروث وآجر وخزف وزجاج و) شیء محترم" یعنی: ہڈی، کھانے، خشک لید، پختہ اینٹ، ٹھیکری اور محترم چیز سے استنجاء کرنا **مکروہ تحریمی** ہے۔

مذکورہ عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ شامی علیہ رحمہ فرماتے ہیں: "(وشی محترم) ویدخل ایضا الورق قال فی السراج: قیل انہ ورق الکتابۃ، وقیل ورق الشجر وایھما کان فانہ مکروہ واقرہ فی البحر وغیرہ۔۔۔ وکذا ورق الکتابۃ لصقالتہ وتقومہ، ولہ احترام ایضا لکونہ آلۃ لکتابۃ العلم ولذا عللہ فی التاترخانیہ بان تعظیمہ من ادب الدین" یعنی: اور محترم چیز میں کاغذ بھی داخل ہیں، اور سراج میں فرمایا: کہا گیا ہے اس سے لکھنے والے کاغذ مراد ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ درختوں کے پتے مراد ہیں، ان میں سے کوئی بھی مراد ہو بہر حال اس سے استنجاء **مکروہ** ہے۔ بحر وغیرہ میں اسی کو ثابت کیا، اور لکھائی کے صفحے کے مکروہ ہونے کی وجہ ان کا صاف اور قیمتی ہونا ہے اور ان کاغذوں کا احترام اس وجہ سے بھی ہے کیونکہ یہ علم لکھنے کا آلہ ہیں۔ (درمختار مع ردالمحتار، جلد1، صفحہ 605، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام اہل سنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "کاغذ سے استنجا کرنا **مکروہ و ممنوع** و سنت نصاری ہے کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے اگرچہ سادہ ہو، اور لکھا ہوا ہو تو بدرجہ اولی۔" (فتاوی رضویہ، جلد4، صفحہ 599، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "کاغذ سے استنجاء **منع** ہے اگرچہ اس پر کچھ لکھا نہ ہو یا ابو جہل جیسے کافر کا نام لکھا ہو۔" (بہار شریعت، جلد1، صفحہ414، مکتبۃ المدینہ کراچی)

امیر اہلسنت مولانا الیاس قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنے رسالے استنجاء کا طریقہ میں لکھتے ہیں: "ٹائلٹ پیپر کے استعمال کی علماء نے **اجازت دی ہے** کیوں کہ یہ اسی مقصد کیلئے بنایا گیا ہے اور لکھنے میں کام نہیں آتا۔ البتہ بہتر مٹی کا ڈھیلا ہے۔" (استنجاء کا طریقہ، صفحہ9، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12502

تاریخ اجراء: 01 ربیع الثانی 1444ھ/28 اکتوبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔ البتہ احتلام ہونے کی صورت میں عورت پر غسل اسی وقت فرض ہوگا کہ جب منی فرجِ داخل سے خارج ہو جائے۔

سننِ ترمذی کی حدیثِ مبارک ہے: ”عن أم سلمة قالت: جاءت أم سليم بنت ملحان إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله، إن الله لا يستحيي من الحق فهل على المرأة تعني غسلا إذا هي رأت في المنام مثل ما يرى الرجل؟ قال: نعم، إذا هي رأت الماء فلتغتسل۔“ ترجمہ: ”حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کرنے لگیں: یارسول اللہ! اللہ عزوجل حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا، کیا عورت پر بھی غسل فرض ہے، جب وہ خواب میں وہی چیز دیکھے جو مرد دیکھتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "ہاں، جب وہ منی دیکھے تو غسل کرے۔"“ (سننِ ترمذی، ج 01، ص 74، مطبوعہ دار الفکر)

فتاوی رضویہ میں ہے: ”<u>**المرأة كالرجل في الاحتلام**</u> نص علیه محمد كما فى مختصر الامام الحاكم الشهيد فان احتلمت ولم تر بللا لا غسل عليها هو المذهب كما فى البحر والدر وبه يؤخذ قاله شمس الائمة الحلوانى وهو الصحيح قاله فى الخلاصة وعليه الفتوى قاله فى معراج الدراية والبحر والمجتبى والحلية والهندية وبه افتى الفقيه ابو جعفر واعتمده فقيه النفس فى الخانية۔“ یعنی احتلام کے معاملے میں عورت مرد ہی کی طرح ہے۔ امام محمد نے اس کی تصریح فرمائی ہے، جیسا کہ امام حاکم شہید کی مختصر میں ہے۔ تو اگر عورت کو احتلام ہو اور تری نہ دیکھے تو اس پر غسل نہیں۔ یہی مذہب ہے۔ جیسا کہ البحر الرائق ودر مختار

میں ہے۔اور اسی کو لیا جائے گا، یہ شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا۔یہی صحیح ہے۔یہ خلاصہ میں فرمایا۔اسی پر فتوی ہے۔یہ معراج الدرایہ، البحر الرائق، مجتبی، حلیہ اور ہندیہ میں کہا۔اور اسی پر فقیہ ابو جعفر نے فتوی دیا۔اسی پر فقیہ النفس نے خانیہ میں اعتماد فرمایا۔(فتاوی رضویہ، ج 01(ب)، ص 717، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عورت کو احتلام ہو تو کس صورت میں غسل فرض ہوتا ہے؟اس سے متعلق فتاوی عالمگیری میں ہے: "ولو تذكر الاحتلام ولذة الإنزال ولم ير بللا لا يجب عليه الغسل والمرأة كذلك في ظاهر الرواية؛لأن خروج منيها إلى فرجها الخارج شرط لوجوب الغسل عليها وعليه الفتوى۔هكذا في معراج الدراية۔"یعنی اگر احتلام یاد ہو مگر وہ شخص تری نہ دیکھے تو اس پر غسل واجب نہیں، ظاہر الروایہ کے مطابق اس معاملے میں عورت بھی مرد ہی کے حکم میں ہے، کیونکہ عورت کی منی کا خارج ہو کر فرج داخل کی طرف آجانا اس عورت پر غسل واجب ہونے کی شرط ہے اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ معراج الدرایہ میں مذکور ہے۔(فتاوی عالمگیری، کتاب الطھارۃ، ج 01، ص 15، مطبوعہ پشاور)

بہار شریعت میں ہے: ''عورت کو خواب ہوا تو جب تک مَنی فرجِ داخل سے نہ نکلے غُسل واجب نہیں۔''(بہارِ شریعت، ج 01، ص 322، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مونچھیں بالکل صاف کروانے کا کیا حکم ہے؟

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی
مصدق: مفتی محمد قاسم عطاری
فتوی نمبر:29
تاریخ اجراء: 29شوال المکرم1430ھ/19اکتوبر2009ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا بالکل مونچھیں صاف کرناچاہیے؟اگر کوئی مونچھیں بالکل صاف کرے تواس پر کیا حکم ہے؟حرام ہے یامباح ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مونچھوں کے متعلق مختلف روایات ہیں۔بہار شریعت میں ہے:"مونچھوں کوکم کرناسنت ہے اتنی کم کرے کہ ابرو کی مثل ہوجائیں یعنی اتنی کم ہوں کہ اوپروالے ہونٹ کے بالائی حصہ سے نہ لٹکیں اورایک روایت میں مونڈانا آیاہے۔" (بہارشریعت، حصہ16، جلد3، صفحہ585، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ہندیہ میں ہے:"ذکرالطحاوی فی شرح الآثار أن قص الشارب حسن، وتقصیرہ أن یؤخذ حتی ینقص من الإطار وھوالطرف الأعلی من الشفة العلیاقال والحلق سنة وھوأحسن من القص وھذا قول أبی حنیفة وصاحبیہ رحمھم اللہ"ترجمہ:امام طحاوی نے شرح الآثار میں فرمایاکہ مونچھیں کاٹنااچھاہے اور اس کاکم کرنااتناہے کہ اوپروالاہونٹ واضح ہوجائے۔فرمایاکہ مونڈناسنت ہے اوریہ کاٹنے سے زیادہ اچھاہے اوریہ قول امام ابوحنیفہ وصاحبین رحمھم اللہ کاہے۔(ھندیہ، کتاب الکراھیة، الباب التاسع، قص الشارب، جلد5، صفحہ358، مطبوعہ کوئٹہ)

بحرالرائق میں ہے:"أن السنة قص الشارب لا حلقه"ترجمہ:سنت مونچھیں کتروانا ہے منڈوانا نہیں۔(البحرالرائق، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج، جلد3، صفحہ18، مطبوعہ کوئٹہ)

اصل بات یہ ہے کہ مونچھیں خوب پست کرناسنت ہے،کاٹنابھی درست ہے اورمونڈناگناہ نہیں۔حلق کے معنی مونڈناہیں، قص کے معنی کٹوانا،احفاء کے معنی خوب پست کرناہے۔فتاوی ہندیہ میں شرح معانی الآثار کے حوالے سے جوجزئیہ نقل کیاگیاہے اس میں لفظ"حلق"جبکہ اصل کتاب میں احفاء ہے۔امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کی

روشنی میں یہی ثابت کیا ہے کہ مونچھیں خوب پست کرنا مستحب ہے۔ چنانچہ شرح معانی الآثار میں ہے:" قال أبو جعفر فذهب قوم من أهل المدينة إلى هذه الآثار، واختاروا الهاقص الشارب على إحفائه وخالفهم فى ذلك آخرون فقالوا بل يستحب إحفاء الشوارب، نراه أفضل من قصها۔۔ عن أبى هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال (أحفوا الشوارب، وأعفوا اللحى). فهذا رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد أمر بإحفاء الشوارب، فثبت بذلك الإحفاء على ما ذكرنا، فى حديث ابن عمر. وفى حديث ابن عباس وأبى هريرة، (جزوا الشوارب) فذاك يحتمل أن يكون جزا، معه الإحفاء۔۔ فإنا رأينا الحلق قد أمر به فى الإحرام، ورخص فى التقصير. فكان الحلق أفضل من التقصير، وكان التقصير، من شاء فعله، ومن شاء زاد عليه، إلا أنه يكون بزيادته عليه أعظم أجرا ممن قص. فالنظر على ذلك أن يكون كذلك حكم الشارب قصه حسن، وإحفاؤه أحسن وأفضل. وهذا مذهب أبى حنيفة، وأبى يوسف، ومحمد" ترجمہ: امام جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کے ایک گروہ نے مونچھیں خوب پست کرنے سے کاٹنے کو افضل ٹھہرایا۔ دوسرے گروہ نے فرمایا کہ مونچھیں خوب پست کرنا کاٹنے سے افضل ہے ۔امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم مونچھیں خوب پست کرنے کو کاٹنے سے افضل جانتے ہیں چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھی کو معافی دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں مونچھیں خوب پست کرنے کا حکم دیا تو خوب پست کرنے کا افضل ہونا اس حدیث سے ثابت ہوگیا۔ حضرت ابن عمر، ابن عباس اور ابوہریرہ کی جو حدیث ہے جس میں ہے مونچھیں کاٹو (جو کہ اہل مدینہ کے گروہ کا مذہب ہے) اس میں یہ احتمال ہے کہ اتنی کاٹو کہ پست ہو جائیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ احرام میں حلق کرنے کا حکم دیا گیا اور بال چھوٹے کرنے کی رخصت دی گئی حالانکہ حلق کرنا اس سے افضل تھا دیکھو یہی حکم مونچھوں کا ہے کہ کاٹنا اچھا ہے اور خوب پست کرنا زیادہ اچھا افضل ہے اور یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، باب حلق الشارب، جلد2، صفحہ316، مطبوعہ لاھور)

امام طحاوی کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ مونچھیں خوب پست کرنا مستحب ہے۔ فتاوی ہندیہ میں جو حلق کا لفظ استعمال ہوا، اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ احفاء مونڈنے کے قریب ہوتا ہے، اس لئے وہاں لفظ حلق استعمال کیا گیا، جبکہ مونڈنے کو بعض علماء نے مکروہ کہا ہے۔ چنانچہ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:" قال الطحاوی يستحب إحفاء الشوارب ونراه أفضل من قصها وفى شرح شرعة الإسلام قال الإمام الإحفاء قريب

من الحلق وأما الحلق فلم یرد بل کرھه بعض العلماء ورآہ بدعۃ اہ وفی الخانیة وینبغی أن یأخذ من شاربه حتی یوازی الطرف الأعلی من الشفة العلیا ویصیر مثل الحاجب" ترجمہ: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مونچھوں کو خوب پست کرنا مستحب ہے اور ہمارے نزدیک کاٹنے سے یہ افضل ہے۔ شرعۃ الاسلام کی شرح میں ہے: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: احفاء مونڈنے کے قریب ہے اور بہر حال مونڈنا، تو اس کا رد نہیں کیا جائے گا، بلکہ بعض علماء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے اور اسے بدعت میں شمار کیا ہے۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے: مناسب یہ ہے کہ اپنی مونچھوں کو کاٹے، یہاں تک کہ اوپر والے ہونٹ والی سائیڈ کے برابر ہو جائے اور ابرو کی طرح (باریک) ہو جائے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، جلد1، صفحہ342، مطبوعہ مصر)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وفیه دلیل لما قاله النووی من أن السنة فی امر الشارب أن لا یبالغ فی إحفائه بل یقتصر علی ما تظهر به حمرة الشفة وطرفها وهو المراد بإحفاء الشوارب فی الأحادیث" ترجمہ: امام نووی کے قول کی اس حدیث میں دلیل ہے وہ فرماتے ہیں کہ مونچھیں پست کرنے میں سنت یہ ہے کہ بالکل ہی ان کا صفایا نہ کیا جائے بلکہ اتنی پست ہوں کہ اوپر کے پورے ہونٹ کی سرخی نظر آئے، احادیث میں جو مونچھیں پست کرنے کا حکم ہے ان سے یہی مراد ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ، کتاب الاطعمه، جلد7، صفحہ2728، دار الفکر، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم